طنابیں گلاب خوابوں کی

نبیلہ ابر راجہ

نبیلہ ابر

طنابیں گلاب جلو کی

کمرے میں قیامت خیز خاموشی طاری تھی۔ اگر سوئی بھی گرتی تو آواز سنائی دیتی۔ قیمتی ایرانی قالین کو جوتے کی نوک سے کریدتا وڈیرا اچھل نواز اپنے تئیں خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ داور کا چہرا پرسکون اور مطمئن تھا اسے اب کامیابی کی سو فی صد امید ہو چلی تھی۔

"پر میری بیٹی کا کیا ہو گا۔" وڈیرے کے چہرے پر دنیا جہان کی اذیت ابھر آئی تھی پیشانی کی نسیں پھول گئی تھیں داور نے اسے دیکھا۔

"اللہ مالک ہے کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔" اس نے تسلی دی۔

"میری بیٹی میری اکلوتی اولاد ہے دو بھائی خاندانی دشمنی کے قتل اور قتل کے سلسلے میں مارے جا چکے ہیں باقی رشتہ داروں کا بھی یہی حال ہوا اور جو بچے ہیں وہ میری دولت پہ نظر لگائے بیٹھے ہیں ایسی حالت میں میری بیٹی کو ختم کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ اسے محفوظ ہاتھوں میں دینے کے بعد یہ قدم اٹھاؤں گا۔" وڈیرا اچھل نواز کمان کی طرح تن گیا۔

"آپ مجھ پر اعتبار کریں آپ کی صاحبزادی کو تکلیف نہیں ہو گی آپ جہاں چاہیں گے میں اسے چھوڑ دوں گا یا جیسا آپ چاہیں گے ویسا کروں گا فی الحال خود کو پولیس کے حوالے کر دیں کیونکہ مزید دیر مناسب نہیں ہے۔"

اچھل نواز کچھ دیر داور کے وجیہہ و شکیل چہرے کو دیکھتا رہا اس کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی تھی۔

"بابا میری ایک شرط ہے اگر مانو تو ٹھیک ہے۔ سی آئی اے اور اسکاٹ لینڈ یارڈ والے بھی میری نہیں پا سکتے۔"

"آپ اپنی شرط بتائیں۔" داور بار بار کلائی پر بندھی رسٹ واچ بھی دیکھ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ داور جان کر اسے پریشان کر رہا ہے شاید پولیس والوں کی قوت برداشت آزمانا چاہتا ہے۔

"میری بیٹی سے شادی کر لو۔" چگل نواز نے اسے حیرانیوں کی کھائی میں پھینک دیا۔

"مگر۔" وہ اچانک لگنے والے جھٹکے سے سنبھل نہیں پایا تھا وڈیرے نے یہ کیسی کڑی شرط لگا دی تھی کیا گھر والے ایک قاتل، دہشت گرد اور غدار کی بیٹی سے داور کی شادی قبول کر لیں گے؟ وہ خود بھی الجھ گیا "کیا سمجھا جائے گا نہ اس کے رشتہ دار یہ بات پسند کریں گے پھر کیا ہوگا چگل نواز ہمیشہ کی طرح جیت جائے گا اور جو اس نے کئی سال سے اپنی تجوریوں میں حرام کی دولت میں اپنا سکھ چین جمع کیا ہوا ہے وہ سب بیکار جائے گا اور اس کے کیریئر کا اتنا بڑا کیس یونہی ناکامیوں میں سڑتا رہے گا کتنی دیر وہ ہر پہلو پر غور کرتا رہا اور جب فیصلہ کر کے وہ ایک نتیجے پر پہنچا تو خود کو کسی حد تک کمپوز کر چکا تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے آپ کی یہ شرط منظور ہے۔" وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔" وڈیرا اندر غائب ہو گیا۔ داور پرسوچ انداز میں اپنی پیشانی مسل رہا تھا "ایک دفعہ خود کو میرے حوالے کر دے یہ چگل نواز پھر میں اس کی بیٹی سے اچھی طرح شادی کروں گا" وہ زہر خند ہو رہا تھا اتنے میں چگل نواز واپس آ گیا اس کے ہاتھ میں اسٹامپ پیپر تھا۔

"تو اسے پڑھ لو میں پکا کام کرنا چاہتا ہوں۔" وڈیرے نے اسٹامپ پیپر اس کی طرف بڑھایا تو داور نے تذبذب کے عالم میں پکڑا۔

"میں داور زکی ولد رحمان زکی چگل نواز کی بیٹی ہما نواز سے اس شرط پر نکاح کے لیے تیار ہوا ہوں کہ اگر چگل نواز خود کو قانون کے حوالے کر دے چونکہ چگل نواز ہتھیار ڈال رہا ہے اسی لیے میں اس کی بیٹی سے نکاح کروں گا میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہہ رہا ہوں کہ آخر دم تک اس رشتے اور عہد کو نبھاؤں گا۔"

"بہت خبیث ہے تو وڈیرا چگل نواز" اس نے اندر ہی اندر دانت پیسے۔

"میں نے تمہارے چہرے پر شرافت کی چمک دیکھی ہے تمہارا سابقہ ریکارڈ پورا کا پورا میرے سامنے ہے میں تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد سے واقف ہوں اس لیے مجھے یقین ہے کہ میں اپنی بیٹی کو محفوظ ہاتھوں میں دے رہا ہوں۔"

"تو سرے جس کے ہاتھوں غیر محفوظ ہوں وہ تمہارے طرح خود غرض ہی ہوتا ہے۔" داور نے دل میں کہا۔

"تم سائن کردو میں کل اپنی بیٹی کو بلوا رہا ہوں سب انتظام ہو جائے گا۔" وڈیرا اب کچھ مطمئن سا تھا۔

داور حویلی سے لوٹا تو بہت پریشان تھا چنگل نواز نے کس چالاکی سے اسے گھیرا تھا ممی ڈیڈی لاہور میں تھے اگر انہیں علم ہو جاتا کہ کل وہ ایک خطرناک مجرم کی بیٹی سے نکاح کر رہا ہے تو جانے ان کا کیا حال ہوتا سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا پر اب پیچھے ہٹنا بھی تو ممکن نہیں تھا کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد وڈیرا سرنگوں ہوا تھا اپنے جرائم کو تسلیم کیا تھا تو وہ کیسے شکست تسلیم کر لیتا۔

دوسرے دن وہ بڑی بے دلی سے تیار ہو کر حویلی پہنچا اس نے اپنے ماتحتوں کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی کیونکہ دل میں جھنجھلا رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"وڈیرا سائیں فی الحال میں نے اپنے گھر والوں کو نہیں بتایا ہے حالات ذرا معمول پر آجائیں تو میں بتاؤں گا کیونکہ وقت کا یہی تقاضا ہے۔" اس نے آہستگی سے کہا وڈیرا بہت خوش لگ رہا تھا اس کی بات کو اہمیت نہیں دی۔

"ٹھیک ہے بابا جیسی تمہاری مرضی۔" وہ بے نیازی سے بولا تو داور کا خون کھول کر رہ گیا۔ سب اختیارات رکھتے ہوئے بھی وہ اس وقت کتنا بے اختیار تھا بے بس تھا وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وڈیرا چنگل نواز کے پرانے جانثاروں اور نمک خواروں کی موجودگی میں نکاح ہوا۔

"میری بیٹی اب تمہاری حفاظت میں ہے میں چاہتا ہوں کہ کیس کا فیصلہ ہونے تک اسے میری اصلیت کا علم نہ ہو تم جب تک اپنے گھر والوں کو راضی کرو مجھے یقین ہے موت کی سزا کے علاوہ مجھے کم سزا نہیں ملے گی پر میرے جرائم کی سزا میری بیٹی کو نہ دینا میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔" وڈیرے کے ہاتھ اس کے آگے بندھے تھے داور کو عجیب سا

"ٹھیک ہے ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے اس سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

"مجھے پتا تھا تم ایسا نہیں کرو گے بہرحال میری بچی کا خیال رکھنا حویلی چکر لگاتے رہنا اور جب اپنے گھر والوں کو راضی کر لو تو حیات کو جتا دینا میں تو بیٹی کی رخصتی میں شامل نہیں ہو سکوں گا۔" چنگل کے چہرے پر اندر کا دکھ ابھر آیا تھا۔ داور بعد میں فوراً چلا گیا اس کا کام ختم ہو چکا تھا۔ سکریٹ میں پوسٹنگ کے دوران یہ اس کا آخری کیس تھا کل چنگل نے ہتھیار ڈال دیے تھے اس نے اس تمام کارروائی کو خفیہ رکھنے کی کڑی شرط لگائی تھی۔

چنگل نواز نے کئی قتل کیے تھے وڈیرے کے روپ میں وہ ایک نرم خو سا زمیندار لگتا تھا مگر درپردہ وہ ایک غیر ملکی تنظیم کے لیے کام کرتا تھا وڈیرے کے ہاتھوں دو اہم حکومتی اراکین کا قتل ہو گیا تھا جن میں غیر ملکی نمائندے بھی شامل تھے یہ سب تنظیم کے ایما پر ہوا تھا تب سے چنگل نواز حکومت کی نگاہ میں آگیا تھا جب سے غیر ملکی نمائندوں کا قتل ہوا تھا حکومت اور قانون کا دباؤ چنگل نواز پر بڑھ گیا تھا وہ سی آئی اے کو بھی مطلوب تھا اس سے پہلے وہ خفیہ اداروں کی نظر میں نہیں آیا تھا کیونکہ اس کی پشت پر ایک مضبوط مافیا کا ہاتھ تھا کسی کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی نہ اس کے کارنامے اور جرائم عام ہوئے تھے صحافیوں کے ہاتھ بھی اس معاملے میں بندھے ہوئے تھے یہاں تک کہ جب اس نے خود کو قانون کے حوالے کیا تو اس موقع پر ایک صحافی بھی موجود نہیں تھا۔

داور مجرموں کی نفسیاتی کمزوریوں سے خوب واقف تھا اس نے انتہائی ذہانت سے چنگل نواز کے گرد جال بنا تھا اور وہ داور کے جال میں پھنس کر خود کو قانون کے حوالے کرنے پر تیار ہو گیا یہ الگ بات تھی کہ جاتے جاتے وہ داور کے جال میں داور کو ہی پھنسا گیا تھا۔ داور اسپیشل پولیس ڈپارٹمنٹ میں تھا انتہائی قابل اور جینئس آفیسر مگر چنگل کے معاملے میں اس کی ذہانت خاص کام نہیں آئی تھی وہ مرے سے اپنا بوجھ اس کے

کندھوں پر پھینک کیا تھا ولور نے تو اس بوجھ کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی اور نہ اسے شوق تھا۔

ڈی سی عمر نے اس تمام کیس میں حصہ لینے والے اہم افسران کے اعزاز میں ڈنر دیا تھا جن میں ولور بھی شامل تھا بذات خود اس نے ولور کی تعریف کی تمام افسران نے کھلے دل سے اس سارے کیس کا کریڈٹ ولور کے کھاتے میں ڈالا تھا وہ بجا طور پر اس کا مستحق تھا گرفتار ہونے سے پہلے وڈیرے نے اس سے کہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو زیادہ دیر رشتہ داروں کے آسرے پر نہیں چھوڑ سکتا اس لیے وہ جلد از جلد گھر والوں کو راضی کر کے اپنی امانت کو لے جائے لفظ امانت پر ولور اندر تک کڑوا ہو گیا تھا ایک خطرناک کرمنل کی بیٹی اس کی امانت ہو گئی تھی قسمت کی کیا ستم ظریفی تھی۔

*_*_*

"حیات بابا سائیں کب آئیں گے۔" پروا پریشان ہو گئی تھی ہوسٹل سے آئے اسے ایک ہفتہ ہو چکا تھا حیات نے بتایا تھا کہ وہ ضروری کام سے اسلام آباد گئے ہوئے ہیں جب انہوں نے علی وقتو اس کے ہوسٹل روانہ کر کے فوراً چلے آنے کے لیے کہا تو وہ اسی وقت ٹھٹک گئی تھی پتہ نہیں کیا بات تھی بابا سائیں نے پہلے تو اسے کبھی اس طرح نہیں بلوایا تھا ان کا انداز بھی اسرار بھرا تھا۔

اور جیسے ہی اسے حویلی آئے کچھ دیر ہوئی یہ اسرار بھی ختم ہو گیا انہوں نے کہا کہ آج شام تمہارا نکاح ہے پروا کو شدید دکھ اور حیرت ہوئی بابا سائیں کا لہجہ اتنا پتھریلا اور بے لچک تھا کہ اسے دوسری بات کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی ان کے سامنے تو پروا کی بولتی ویسے بھی بند ہو جاتی تھی ان کا چہرہ ہی اتنا رعب دار اور کھردرا تھا کہ اب [illegible] نظریں نہیں اٹھا سکتا تھا وہ اس کی ہر ضرورت [illegible] پوری کر دیتے تھے پروا کو حسرت ہی رہی کہ وہ ان سے [illegible] بات کر کے ضد کر سکے۔

"میری مرضی [illegible] کے بجائے سر [illegible] کی ہو رہی ہوں میں جو بابا [illegible] مجھے بوجھ تصور کر رہے ہیں [illegible] کی حویلی میں کوئی

مہمان بھی نہیں تھا نہ رشتہ دار تھا سب کچھ انتہائی رازداری سے ہو رہا تھا بس ملازم ہی ملازم تھے وہ کس سے پوچھتی۔

رات وہ بہت [illegible] گل نواز بہت صبر سے کام لے رہا تھا اس کی پیاری بیٹی یوں بلک بلک کر رو رہی تھی اس کا دل جیسے کٹتا جا رہا تھا۔

"ہم نے تمہارے لیے اچھے شخص کا انتخاب کیا ہے قدر کرنا۔" وہ دھیرے دھیرے کہہ رہے تھے پروا نے اس "اچھے شخص" کی شکل تک نہیں دیکھی تھی ہاں نوکرانیاں کہہ رہی تھیں کہ بڑا رعب داب والا بندہ ہے پر اس نے خاص دلچسپی نہیں لی بلکہ وہ اچھی خاصی بیزاری محسوس کر رہی تھی اس کی ساری سہیلیاں ہر بوجھ اور فکر سے آزاد ابھی کسی بھی بندھن سے بے نیاز تھیں ہاں ان کے گروپ میں صرف ضوفشاں تھی جس کی حال ہی میں منگنی ہوئی تھی سب اسے کتنا چھیڑتی تھیں وہ روہانسی ہو جاتی تھی ہاں ان باقی تینوں نے عہد کیا تھا کہ جب تک وہ اپنے نصب العین کو پا نہیں لیتیں شادی نہیں کریں گی ان تینوں کے مقاصد بہت بلند تھے۔

ارم اپنے بھائی کی طرح ڈی سی بننا چاہتی تھی حمیرا سیاست میں نام کمانا چاہتی تھی پروا جرنلزم کے میدان میں جھنڈے گاڑنا چاہتی تھی۔ بیچاری ضوفشاں ڈاکٹر بننا چاہتی تھی پر منگنی کے بعد انہوں نے اسے اتنا زچ کیا کہ وہ اپنے نصب العین سے بھٹک گئی اب اس کے پاس اپنے منگیتر صاحب کے قصے ہوتے۔

پروا کو بھی یوں لگا جیسے وہ اپنے مقاصد سے بہت پیچھے رہ جائے گی کیونکہ بابا سائیں نے اسے یہ کہہ کر سمجھایا تھا کہ وہ بہت جلد اس کی شادی کر دیں گے اس کے گروپ کو جب یہ بات معلوم ہو گی تو وہ سب کتنا ہنسیں گی اس کا مذاق اڑائیں گی شاید اسے گروپ سے خارج ہی کر دیا جائے گا کیونکہ ضوفشاں کی منگنی کے بعد تینوں بہت ناراض ہو گئی تھیں مکمل بائیکاٹ کر دیا تھا وہ تو دونوں نے خود ہی ضوفشاں کے آنسوؤں سے ہار کر اس کی خلاصی کرائی تب کہیں اسے جا کر دوبارا گروپ میں واپس آنے کی اجازت ملی وہ بھی دہائیوں کے

کہتے ہیں۔

پروا کو نہ تو بابا سائیں کے منتخب کردہ اچھے شخص سے دلچسپی تھی نہ اس کے گھر والوں سے بلکہ وہ تو سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ وہ ارم، ضوفشاں اور حمیرا سے اس خبر کو کیسے چھپائے گی جو انہوں نے واپس جانے پر اچانک ہوسٹل سے روانگی کا پوچھا تو وہ کیا کہہ کر انہیں مطمئن کرے گی اگلے ماہ ہی تو سیکنڈ ایئر کے فائنل ایگزامز شروع تھے ان کا سامنا تو کرنا ہی تھا وہ اچھا سا بہانہ سوچ رہی تھی جو سنا کر سب کو مطمئن کر سکے اسے تعلیم ادھوری رہ جانے کا، دوستوں سے بچھڑ جانے کا خوف لاحق ہو گیا تھا اسے ان دیکھے شخص سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔

بھاگ بھری نے رات اس کے بالوں میں مالش کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ”وہ بڑا سوہنا ہے اونچا لمبا قد ہے۔“ اس نے ڈانٹ کر اسے خاموش کرا دیا تھا۔

بابا سائیں کو اسلام آباد گئے کافی دن ہو گئے تھے پر نہ ان کا فون آیا نہ اطلاع ہاں حیات نے بتایا تھا کہ وہ اسلام آباد سے امریکہ چلے گئے ہیں تب پروا نے سکون کا سانس لیا اب وہ آرام سے امتحان تو دے سکتی تھی۔

اس کے امتحان بھی ہو گئے پر بابا سائیں نہیں لوٹے اب وہ سخت پریشان ہو گئی جب بھی امتحان دے کر وہ حویلی آتی بابا سائیں حتی الامکان گھر میں ہی رہتے کہیں جانا ہوتا تو بھی بتا کر جاتے یہ پہلا موقع تھا جب وہ اسے بتائے بغیر چلے گئے تھے اس نے ارم کو فون کر دیا وہ بے چاری اس کی پریشان آواز سن کر بھاگی بھاگی آئی ساتھ اس کی ممی صالحہ بھی تھیں ارم سے اس کی دوستی پرانی تھی تقریباً پانچ سال پرانی۔ ارم کئی بار حویلی آئی تھی جب لاہور سے سفر کر کے گھر پروا کی خاطر آتی تو اس کا مان بڑھ جاتا وہ خود ہوسٹل سے ان کے گھر چلی جاتی ایک دو رات رک بھی جاتی بابا سائیں سے بھی [illegible] ملتا [illegible] اور صالحہ اس کی شاندار [illegible] سے مرعوب [illegible] ان کی صرف ایک بار ہی [illegible] نواز سے ملا [illegible] ارم نے انہیں [illegible]

○ آنچل [illegible] کی اردو پر کہانی دیکھئے

ہوئے اسے اپنے ساتھ لاہور چلنے کے لیے کہا وہ شرم راضی تھی کہ ارم تو مکمل اکیلی تھی پروا نے ڈیرے پر حیات کو فون کر کے کہا۔

”میں انکل ساجد کے ہاں ہوں اگر بابا سائیں کا فون آئے تو انہیں بتا دینا اور ان سے کہنا کہ مجھ سے رابطہ کریں اور ہاں حویلی کا بھی خیال رکھنا۔“ وہ حیات کو ہدایات دے رہی تھی اس نے فون بند کرنے سے پہلے محسوس کیا کہ حیات اس کی لاہور روانگی کا سن کر خوش ہو گیا ہے تھوڑی دیر بعد یہ بات اس کے ذہن سے اتر گئی۔

مغل نواز نے بطور خاص لاہور کے اس کالج میں دشمنوں کے خوف اور تحفظ کی وجہ سے اسے داخل کروایا تھا ان کے خیال میں پروا گھر سے زیادہ لاہور میں محفوظ رہتی بہرحال یہ ان کا خیال تھا وہ تو اسے بیرون ملک بھیجنا چاہتے تھے پروا نے یہ سنتے ہی رو رو کر حالت خراب کر لی تھی شروع سے ہی وہ بورڈنگ ہاؤسز اور ہوسٹلز میں رہی تھی بابا سائیں سے برسوں کی دوری اسے گوارا نہیں تھی اس کے آنسوؤں سے مغل نواز کا ارادہ بدل گیا تھا وہ بیٹی کو پاکستان میں اسے رکھنے پر آمادہ ہو گئے تھے مری سے وہ اب لاہور آ گئی تھی۔

”پری اگر بابا سائیں جلد نہ لوٹے تو تم ساری چھٹیاں ہمارے پاس ہی گزارنا۔“ ارم نے اسے کہا اور وہ مان گئی۔

وہ کافی عرصے کے بعد ارم کے گھر رہنے کے لیے آئی تھی ساجد انکل نے ملازم رکھ لیا تھا جو پروا کو خاصا بدتمیز لگا پہلے دن ہی اس نے ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا چونکہ وہ سب گھر والوں سے بے تکلف تھی اسی لیے آرام سے رات گئے سوئی تھی۔

ارم کے دو بھائی حسان اور ہارون اور ایک بہن اقرا تھی۔ حسان سب سے بڑے تھے اور ڈاکٹر تھے ان سے چھوٹی اقرا تھی جو یونیورسٹی اسٹوڈنٹ تھی اس کے بعد ہارون تھا جو میڈیکل کے پہلے سال میں تھا سب سے چھوٹی ارم تھی جو انٹر کا امتحان دے کر فارغ تھی۔ حسان بھائی اس سے بالکل ارم کی طرح پیش

انکل ساجد اور صالحہ آنٹی بھی سگے ماں باپ کی طرح چاہتے تھے۔ ہارون سے کھٹ پٹ چلتی رہتی تھی لیکن کا رویہ بھی سنوں جیسا تھا اور رمی ارم تو اس کی جان دوست تھی۔ پروا کو وہ سب فیملی ممبرز کی طرح عزت کرتے۔

ساجد انکل سمیت سب ہی اسے اچھے لگتے تھے لیکن پرانا ملازم فاروق جو انہوں نے شاید کچھ عرصہ پہلے رکھا تھا اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا خاصی بدلحاظی اور بدتمیزی سے بات کرتا تھا پروا کا بے حسابانہ مزاج اس کی غلطیاں برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ ایک کی ... اس کا بس چلتا تو اس ٹیڑھے شخص کو فارغ کر دیتی۔

*_*_*

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔ اے سی فل کولنگ کے ساتھ چل رہا تھا پروا کی ... پڑی وہ عرصے سے سو رہی تھی کوئی نامانوس سا احساس تھا ہلکا سا شور تھا جس کے باعث اس کی آنکھ کھلی اس نے اے سی کا بٹن بند کیا تو یوں لگا جیسے کوئی دھیرے دھیرے چل رہا ہے قدموں کی ہلکی ہلکی آہٹ اے سی بند ہونے کے باعث شب کے اس گہرے سکوت میں صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

پروا نے پاؤں بستر سے نیچے لٹکائے اور نظریں چپل کی تلاش میں بیڈ سے نیچے دوڑائیں۔ بکھرے بال ... وہ اٹھ کھڑی ہوئی دھیرے سے دروازہ کھول کر اس نے پہلا قدم باہر رکھا کوریڈور کی لائٹ جل رہی تھی لیکن کوئی نظر نہیں آ رہا تھا وہ صحن میں آگئی تب اس نے دیکھا فاروق مشکوک انداز میں بار بار ساتھ والے ... کا جائزہ لیتا ادھر ادھر چکر کاٹ رہا ہے سامنے کرسی دھری ہوئی تھی اوپر جانے والا سیڑھیوں کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا اس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ ... جاگ رہا ہے پروا کے ذہن میں ... ضرور تھی۔

"تم تو ... رات ... کس طرح کیا کر رہے ..." وہ دبے قدموں اس کے ... فاروق ...

"آپ تو اتنی رات کو کیا کر رہی ہیں۔" الٹا اس نے سوال جھاڑ دیا۔

"تم مجھ سے یہ پوچھنے والے کون ہوتے ہو کہ میں اتنی رات کو کیا کر رہی ہوں اپنے کام سے کام رکھا کرو میرے منہ نہ لگا کرو۔" پروا کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے۔

"اپنے کام سے کام رکھتا ہوں اپنی اوقات بھی پہچانتا ہوں یہ تو سراسر الزام ہے آپ کے منہ کون لگ رہا ہے؟" وہ مضحکہ انداز میں بولا پروا نے اس کے الفاظ پر غور نہیں کیا اور دوبارہ اپنے سوال کو دہرایا۔

"دیکھیں پرائے مہمان مجھے اپنے کام کرنے دیں جائیں تشریف لے جائیں۔" وہ سخت بدمزہ ہو رہا تھا۔

"کیوں جاؤں تم مجھے حکم دینے والے کون ہوتے ہو گھٹیا سے معمولی سے ملازم۔" وہ پٹ کر بولی۔

"دیکھیں محترمہ مجھے اپنا کام کرنے دیں۔" فاروق نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تو وہ اسے گھورنے لگی۔

"یہ ٹکڑوں کے تم بعد میں چاٹ ... کا فی الحال میرا ... ہونے کا ارادہ نہیں ہے۔" وہ نیچی مگر شریر آواز میں بولا۔

پروا کے تو تلووں سے لگی اور سر پہ بجھی۔

"تم ... تو اپنی حد میں رہو۔"

"میں تو حد میں ہی رہنے کا قائل ہوں پر آپ میری کوششوں کو ناکام بنا رہی ہیں۔" وہ مزے سے بولا تو وہ پاؤں پٹختی تیز تیز چلتی کمرے میں آگئی۔

"یہ بہت ضروری تھا۔" فاروق اس کے جانے کے بعد آہستہ سے بولا۔

"توبہ یہ تو انتہائی خبیث آدمی ہے مجھے اس کی شکایت کرنی پڑے گی وہ چار چوٹ کی مار ... سیدھا تیر ہو جائے گا کمینہ ... بننے کی کوشش کر رہا تھا ان سب کو تو دیکھو اسے کتنا سر چڑھا لیا ہوا ہے سارے جہاں کا درد تو انکل ساجد کی فیملی میں ہے جو اب ملازم بھی مالکوں کی برابری کرنے لگے ہیں ان کے منہ آنے لگے ہیں اللہ بچائے آثار قیامت ہیں اگر میں اپنی حویلی میں ہوتی تو اب تک اسے شوٹ کر چکی ہوتی۔" وہ

کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

*_*_*

ارم اور پروا دونوں لان میں کرکٹ کھیل رہی تھیں پروا باؤلنگ کروا رہی تھی جبکہ ارم کریز پہ جمی کھڑی تھی پروا عاجز آئی ہوئی تھی کہ اب ارم صاحبہ نے جو گیند کو ہٹ لگائی تو وہ اڑتی ہوئی ساتھ والے بنگلے میں چلی گئی

"چھکا ہے چھکا" وہ چیخی تو پروا اسے ناپسندیدگی سے دیکھنے لگی۔

"اب بال اٹھا کر کون لائے گا" اسے اپنی باری کی پریشانی کر رہی تھی۔

"حسان بھائی نے ادھر جانے سے منع کیا ہے بال پہ فاتحہ پڑھ لو۔" ارم نے اسے چڑایا تو وہ ناراض ہو گئی۔

"ارم ڈیئر فاتحہ کیوں پڑھ لوں ابھی دیکھنا کیسے آتی ہے بال۔" اس نے چٹکی بجائی اس کی بڑی بڑی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"خود جاؤں گی۔"

"خبردار کیک مت جانا حسان بھائی ٹانگیں توڑ دیں گے۔" ارم نے اسے ڈرایا تو وہ مسکرانے لگی۔

"میں خود کیوں جاؤں بی اس عمر میں مجھے لنگڑی ہونے کا شوق نہیں ہے تم دیکھو تو۔" وہ اندر بڑھ گئی فاروق کے کمرے کی طرف۔ ارم کے گھر آکر وہ بہت انجوائے کرتی تھی۔ حویلی میں کوئی اس کا ہم عمر نہیں تھا۔ نوکروں سے میل جول بابا سائیں کو پسند نہیں تھا۔ شروع میں ہی وہ بورڈنگز اور ہوسٹلز میں رہی تھی۔ چھٹیوں میں گھر دیکھنا نصیب ہوتا تھا۔ ایسا گھر جو ماں، بہن اور بھائی کے وجود سے خالی تھا اس کا دل چاہتا اردگرد بہت سارے لوگ ہوں' وہ زور زور سے ہنسے بولے جھگڑے' اس کی یہ خواہش حسرت ہی رہی۔ وہ بابا سائیں کی اکلوتی اولاد تھی' بابا سائیں اسے رشتہ داروں سے بھی نہیں ملنے دیتے تھے بقول ان کے کہ سب [illegible] بدل [illegible] محسوس کر رہ جاتی ہو [illegible] ویک اینڈ پہ جب بھی ارم کے گھر آتی تو بہت خوش ہوتی۔

پروا نے دروازہ [illegible] کھٹکھٹایا "اندر سے [illegible] آتا تھا۔ اس نے زور زور سے دستک دی تو فاروق

نمودار ہوا اس کے چہرے سے واضح جھلک رہا تھا اس وقت اسے یہ دستک سخت ناگوار گزری ہے۔

"فرمائیے اب کیا آفت آ گئی ہے۔" وہ تیزی سے واشنگ والے اسٹائل میں بولا۔ پروا نوٹ کر رہی تھی وہ دروازے پر پھیل کر کھڑا ہے جیسے یہ چاہتا ہو کہ وہ اندر نہ دیکھ سکے۔

"میری بال ساتھ والوں کے بنگلے میں گر گئی ہے فوراً لا دو۔" وہ بے نیازی اور شاہانہ پن سے حکم دے کر فوراً مڑ گئی جیسے اسے یقین ہو کہ فاروق اس کے احکامات پر ضرور عمل کرے گا اور سچ مچ وہ کوئی چوں چرا کیے بنا چلا گیا۔ اس کی واپسی چند منٹ بعد ہوئی بال پروا کے حوالے کر کے وہ کمرے میں چلا گیا اس نے پھر باؤلنگ شروع کروا دی۔

"ارم یہ جو تمہارا ملازم فاروق ہے نا مجھے تو مشکوک لگتا ہے اونچی سی شے۔" رات پروا کی سوئی فاروق پر اٹک گئی۔

"تمہیں پروا ایسے ہی تمہیں مشکوک لگتا ہے [illegible] ہے [illegible] سا تو ہی ہے اپنے کام سے کام رکھنے والا۔"

"ہاں دیکھ رہی ہوں وہ جو ظاہر ہوتا ہے [illegible] ہو گئے ہیں مجھے آئے ہوئے اتنا ہنسا بات [illegible] اس سے میری حویلی میں ایسا نوکر ہوتا ناں تو [illegible] اسے لٹکا کرنے کو اور چلا آتی سارے [illegible] عیش ہو تو [illegible] جاتا۔" وہ نخوت سے بولی تو ارم نے موضوع بدلا [illegible] وہ دونوں جب غسل کر کے آئیں تو سب کے [illegible] دروازے بند تھے وہ دونوں بھی سونے کی تیاری کرنے لگیں۔ یہ [illegible] بیڈ روم اور [illegible] گیسٹ روم [illegible] اچھا خاصا کشادہ گھر تھا ایک بیٹھک بھی تھی جو [illegible] ہوئی تھی سامان استعمال نہ ہونے کے باعث [illegible] کرائے پہ دینا چاہ رہے تھے پر صالحہ نے روک دیا۔

"ارم مجھے نیند نہیں آ رہی ہے کیا کروں۔" [illegible] نے مزے سے سوئی ارم کو ہلایا تو وہ اسے ڈانٹ کر سو گئی۔ پروا جس روز دوپہر کو سو جاتی اس رات نیند ہی نہ آتی یا دیر سے آتی جبکہ ارم دونوں [illegible] مزے سے بھرپور نیند لیتی پروا تو اپنی نیند کی [illegible]

وجہ سے تنگ تھی اتنی جلدی کیسے سو جاتی اب ارم
مزے سے سو رہی تھی اور وہ اسے بے بسی سے دیکھ
رہی تھی جس سے ملنا تھا وہ ہرگز اٹھنے والی نہیں تھی وہ باہر
نکل آئی۔ کوریڈور کی لائٹ حسب معمول جل رہی
تھی لیمپ پوسٹ بھی آن تھے۔ اوپر جانے والا بیرونی
دروازہ بند تھا وہ گھوم کر اندر آئی یہ دروازہ کھلا ہوا تھا
سیڑھیوں کے دونوں اطراف دروازے تھے ایک
اندرونی اور ایک بیرونی بوقت ضرورت کسی دروازے
سے بھی چھت پہ جایا جا سکتا تھا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئی۔ دور دور تک
روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ وہ ساتھ والے بنگلے کا
جائزہ لینے لگی۔ تمام لائٹس آن تھیں لیکن کوئی نظر
نہیں آیا تھا وہ دائیں طرف آ گئی یہاں سے گیٹ اور
سڑک نظر آ رہی تھی وہ اچک اچک کر باہر دیکھنے لگی
اچانک سیڑھیوں پہ چڑھتے قدموں کی آواز آنے لگی وہ
سانس روک کر دیوار کے ساتھ لگ گئی اگر گھر والوں
میں سے کوئی ہوتا تو اسے یوں رات گئے چھت پہ دیکھ
کر حیران ہوتا کہ سارا گھر سو رہا تھا وہ کیا کر رہی ہے یہ
سوال آنے والے کے ذہن میں ضرور آتا۔ اس رخ پہ
پہلے اس نے سوچا ہی نہیں تھا بڑی دیر بعد دھیان آیا
تب تک وہ جو کوئی بھی تھا اوپر آ چکا تھا پری نے بڑی
دیر سے رکا سانس خارج کیا وہ فاروق تھا۔ اسے دیکھ کر
وہ حیران ہوا یا نہیں اس سے اسے کوئی غرض نہیں تھی
البتہ وہ مطمئن ہو گئی تھی۔

"تم یہاں اوپر آئے ہو اس وقت اور لینا کیا ہے تم
نے۔" وہ رعب سے بول کر اپنا بھرم رکھنا چاہتی تھی۔

"جھک مارنے آیا ہوں کوئی اعتراض۔" اس نے
کندھے اچکائے یوں لگ رہا تھا جیسے پری کی موجودگی اسے
اچھی نہیں لگ رہی ہے۔

"تم میرے ساتھ مالکوں والے انداز میں بات نہیں کیا
کرو آپ ہم نوکر نہیں [illegible] شوروم میں گھسنے سے
[illegible] مالکوں [illegible] نہیں ہو جاتے آئی
ہیں۔" وہ تپ کر بولی تو فاروق دوسری طرف مڑ گیا
چھت پہ لوہے کی کرسیاں [illegible] میں ہی رکھی گئی
تھیں [illegible] کرسی پہ بیٹھ

گیا۔

اضطراری انداز میں وہ جوتے کی نوک سے فرش
کریدنے لگی۔

"بات سنو تم ہو کیا چیز انسان یا جن۔" وہ رک کر
بولی۔

"انسان ہوں اگر جن ہوتا تو آپ اس وقت یہاں
کھڑی ہو کر یہ سوال نہ پوچھ رہی ہوتیں اور پلیز اب
آپ جائیں، میں ادھر سونے آیا ہوں نیچے گرمی
ہے۔" وہ قطعی بے مروتی سے بولا۔

"تو سو جاؤ منع کس نے کیا ہے میں تمہیں کھڑے
ہو کر مور چھل نہیں جھلنے والی۔" وہ چڑ کر بولی تو فاروق
اسے چھیڑ بیٹھا۔

"کم از کم لگتا تو یہی ہے۔" وہ اطمینان سے ٹانگیں
لمبی کرتے ہوئے بولا تو پری کا چہرہ سرخ ہو گیا اس نے
بے حد بدتمیزی کر دی تھی۔

"دل چاہتا ہے تمہارا سر پھاڑ دوں۔" وہ دانت پیستے
ہوئے غرائی۔

"ملازم کا سر تسلیم خم ہے۔" اس نے نیچے سر جھکا
دیا۔

"سر تسلیم خم کے بچے تمہارا علاج ڈھونڈنا پڑے
گا۔" وہ دھڑ دھڑ کرتی سیڑھیاں اتر گئی۔ فاروق نے
اطمینان سے اپنا کام شروع کر دیا۔

*_*_*

پورے گھر میں وہ چپ چپیاں کیا رہی تھی اقرا
آپی کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی تھی باسط بھی
غائب تھا۔ ساجد انکل صالحہ آنٹی اور ارم تینوں ابھی
آنٹی عدینہ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ عدینہ ساجد کی
واحد بہن تھیں۔ صبح صبح ہی رابی کا فون آیا کہ ممانی کی
طبیعت خراب ہے وہ تینوں سنتے ہی چلے گئے۔ اقرا کا
پیپر تھا وہ یونیورسٹی چلی گئی، واپسی پہ اسے آنٹی کی طرف
جانا تھا۔ صالحہ نے پری کی نیند کی وجہ سے اسے نہیں
اٹھایا تھا اقرا سے کہہ دیا تھا کہ واپسی پہ اسے لیتی آنا۔
اقرا نے اس کے سرہانے پیغام چھوڑا تھا اور خانساماں
سے کہا تھا کہ اس کے اٹھنے پر اسے ناشتا بنا دے۔ بیدار
ہونے پر وہ اقرا آپی کا پیغام پڑھ چکی تھی اس کا ناشتا بھی

تیار تھا چائے فلاسک میں تھی یہاں تک کہ سلائس پر مکھن اور جام بھی لگا ہوا تھا۔ سے اقرا آپی پر پیار آگیا۔

ناشتا کر کے وہ پھر سو گئی۔ ابھی تو میز تک سے دل بہلا رہی تھی۔ دس بجے کے قریب جب وہ صبح کر کے فارغ ہوئی تھی تو اقرا آپی کا فون آگیا انہوں نے کہا کہ وہ عدینہ آنٹی کی طرف ہیں وہ ہارون کے ساتھ آجائے وہ اس کی تنہائی کے خیال سے کہہ رہی تھیں نہ جانے ہارون بھی کہاں غائب تھا البتہ اس کی بائیک پورچ میں کھڑی تھی پروا دعا کرنے لگی کہ ہارون جلدی سے آجائے پر اس کی جگہ فاروق آگیا وہ فریج سے بوتل نکال کر پانی پینے لگا تھا جب وہ تیز تیز چلتی اس کے قریب آئی فاروق نے پانی کا گلاس منہ تک لے جاتے لے جاتے روک لیا وہ اس کے منہ سے نکلنے والے کسی نئے شاہی حکم کا انتظار کر رہا تھا۔

"فاروق مجھے فوراً" آنٹی عدینہ کی طرف چھوڑ آؤ۔" وہ جلدی سے بولی۔

"مگر تینوں گاڑیاں گھر میں نہیں ہیں۔" اس نے آگاہ کیا۔

"ہارون کی بائیک تو ہے کام چور تو ہی۔" وہ چمک کر بولی۔

"پر چابی تو شاید ان کے پاس ہی ہے۔" اس نے عذر پیش کیا۔

"ہارون گھر میں نہیں ہے بائیک ہے چابی بھی گھر میں ہوگی تم فکر مت کرو میں ڈھونڈ کر لے آتی ہوں۔" واقعی وہ چابی ڈھونڈ کر لے آئی۔

"اب چلو فوراً۔" اس نے حکم دیا۔

"میں کپڑے بدل کر منہ ہاتھ تو دھولوں ابھی گری اور دھول مٹی سے اٹ کر آیا ہوں۔" فاروق نے اپنے پر شکن میلے کپڑوں پر نظر دوڑائی۔

"بکواس نہیں تمہیں دیکھ کر مرنے والا ایسے ہی [illegible]" وہ بھرپور انداز میں بولی۔

"ہو سکتا ہے بیٹھا ہو۔" فاروق نے گلاس رکھتے ہوئے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ میرے ساتھ [illegible] تو لوگ کہیں گے اتنی خوبصورت حسینہ کے ساتھ کوئی بیٹھا ہے میں تو آپ

کے خیال سے کہہ رہا ہوں۔" وہ جان کر اسے چھیڑ بیٹھا۔

"شکل دیکھی ہے آئینے میں تم میرا خیال کرنے والے کون ہوتے ہو اگر آئندہ ایسے کہا تو شوٹ کر دوں گی کتنی بار کہا ہے حد میں رہا کرو۔"

وہ اسے گھور رہی تھی۔

"شکل آئینے میں روز دیکھتا ہوں آئینہ جھوٹ نہیں بولتا اور اوپر والے کا شکر ادا کرتا ہوں۔" وہ بے نیازی سے کہہ کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنے لگا۔ پروا سنبھل کر بیٹھ گئی۔ آنٹی عدینہ کا گھر خاصا دور تھا فاروق سیدھی سپاٹ سڑک پر تیز رفتاری سے موٹر سائیکل دوڑا رہا تھا۔ سامنے اچانک ہی اسپیڈ بریکر پر اس کی نظر پڑی تھی وہ رفتار کم نہ کر سکا تھا سنبھلنے کی کوشش میں پروا فاروق پر جا گری بے اختیار اس نے فاروق کو تھام لیا تھا۔

"تم ٹھیک طرح سے نہیں چلا سکتے۔" وہ پیچھے ہٹ کر ناراضگی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سمیت بولی۔

"میرا کیا قصور ہے آگے اسپیڈ بریکر پر میری نظر نہیں پڑی تھی اور میں تو ایسے ہی چلاتا ہوں جس کو پسند ہو بیٹھے ورنہ اتر جائے ویسے بھی میں زبردستی بھگا کر یا اٹھا کر تو نہیں لایا ہوں آپ کو خود آپ نے مجھے کہا تھا کہ چھوڑ آؤ۔" وہ بے باکی سے کہے جا رہا تھا پروا اس کے الفاظ پر غضب ناک ہو گئی۔

"میں تمہیں قتل کر دوں گی۔"

"یہیں سڑک پر۔" وہ دل جلانے والے انداز میں مسکرایا۔

"میں تمہیں آخری بار وارن کر رہی ہوں اگر آئندہ میرے ساتھ کوئی ایسی ویسی بات کی تو میں پھر تمہیں دیکھ لوں گی اپنا مقام پہچانو میرے منہ نہ لگا کرو۔" بائیک رکتے ہی وہ اس پر الٹ پڑی۔

فاروق کا جی چاہ رہا تھا اس رئیس زادی کا دماغ درست کر دے ملازم تو اس کی نظر میں کیڑے مکوڑوں سے بھی بدتر تھے وہ اسے بھی اپنا معمولی غلام تصور کرتی تھی تب ہی تو اسے تحقیر آمیز طریقے سے پیش

آئی تھی۔
"امی آپ کو ملازم رکھنے کے لیے یہی شخص ملا تھا؟ کتنا بدتمیز سا ہے' فضول سا۔ کام بھی خاص نہیں کرتا ہے' مفت کی روٹیاں توڑتا ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ حسان بھائی اور انکل نے اسے ڈرائیور رکھا ہے پر وہ دونوں تو زیادہ تر خود ہی گاڑی ڈرائیو کرتے ہیں' آپ کو بھی کہیں جانا ہو تو خود جاتی ہیں' پھر اسے تنخواہ کس بات کی مل رہی ہے۔ اوپر سے آپ سب نے اسے اتنا سر چڑھایا ہوا ہے۔" پروا کا منہ پھولا ہوا تھا۔

"کیوں بیٹی اس نے تمہیں کچھ کہا ہے۔" اقرا پیار سے اس کے گال سہلاتے ہوئے بولیں۔

"مجھے کہہ کر تو دیکھے' بجو' سر نہ پھاڑ دوں میں اس کا۔" وہ جوش سے تن کر کھڑی ہو گئی۔ اقرا کے لبوں پہ مسکراہٹ آگئی۔

"اچھا پھر دیکھیں گے اسے۔" اس نے اسے بہلایا۔

پروا کا دل آئس کریم کھانے کو چاہ رہا تھا۔ پر مشکل یہ تھی کہ اس بھری دوپہر میں ارم اس کے ساتھ آئس کریم کھانے جانے کے لیے تیار نہیں تھی اس نے ارم کی منت کی کہ "ہمیں آئس کریم لادو۔" پر وہ بے مروتی سے انکار کر کے کمرے میں گھس گیا اب وہ کس سے کہتی۔؟ حسان بھائی اور اقرا آپی کے رعب کی وجہ سے وہ یہ بات ان سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ حسان بھائی تو ویسے بھی گھر میں نہیں تھے اقرا آپی سو رہی تھیں اگر وہ ان سے کہتی تو وہ ہرگز انکار نہ کرتیں پر وہ انہیں نیند سے اٹھانا نہیں چاہتی تھی کم از کم وہ ارم کی طرح طوطا چشم تو نہیں تھی۔ اب لے دے کے فاروق بچا تھا' اس کے نخرے بھی مالک سے کم نہیں تھے پروا کو اسے حکم دے کر بڑا مزا آتا تھا۔ اس کا [illegible] مزاج بڑا تسکین پاتا تھا اس نے تو اپنے ایک [illegible] دیکھی تھی۔ یہ فاروق [illegible] کی طرح ایک خیال اس کے ذہن میں لپکا وہ سیدھی فاروق کے کمرے میں دستک دیے بغیر گھس گئی [illegible]
"[illegible] اور [illegible] اسے

بلایا وہ اوندھا تکیے میں منہ چھپائے سو رہا تھا۔ نازک ہاتھوں نے بڑی بے مروتی اور سختی سے اسے چھوا تھا اس اچانک افتاد پر وہ سیدھا ہوا تو پروا نے دیکھا کہ اس کے اوپری جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہے۔ پروا کو [illegible] کی بات یاد آگئی۔ "تمہیں کب سے عقل آئی ہے۔" لاکھ وہ ملازم سہی پر تھا تو مرد' وہ کتنے دھڑلے سے دستک دیے بنا گھس آئی تھی اور پھر کس طرح سے اسے جھنجوڑا تھا۔

"جی فرمایئے اب کون سا کام کروانا ہے۔" وہ نیند کے خمار سے بوجھل آنکھیں بمشکل کھولتا ہوا بولا اور اٹھ بیٹھا اس نے شرٹ کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی وہ صوفے پر پڑی ہوئی تھی وہ پروا کے قریب سے گزر کر صوفے کی طرف بڑھا۔

"مجھے آئس کریم لادو۔" وہ کہہ کر بھاگ گئی۔

فاروق کو اس انداز میں دیکھنا اسے مناسب نہیں لگا تھا اگر وہ اس کے یوں بے دھڑک جگانے کا کوئی اور مطلب نکال لیتا کوئی بدتمیزی کرتا تو... آگے ہی اتنا بدلحاظ تھا۔ واقعی اسے دیر سے عقل آئی تھی۔ اسے یوں بھری دوپہر میں ایک مرد کے کمرے میں نہیں جانا چاہیے تھا۔

دو روز بعد وہ اس بات کو بھول بھال گئی۔ فاروق نے اسے آئس کریم لادی تھی اور پیسے بھی نہیں مانگے تھے ابھی اس احمقانہ بہادری پر اس نے خود کو خوب سراہا تھا کہ اتنے بڑے مرد کو الو بنا دیا۔ آئس کریم کے پیسے ہی نہیں دیے ہیں۔

*_*_*

"ارم تو فاروق کے کمرے کی تلاشی لیتے ہیں۔" وہ اس کی احمقانہ تجویز پر اسے گھورنے لگی۔

"اچھا نہ تو نہ سہی۔" پروا نے موضوع بدل دیا' اسے یہ تو علم ہو گیا تھا کہ ارم اس کا ساتھ نہیں دے گی' پروا نے تنہا ہی یہ مہم سر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ فاروق صبح سے ہی نہیں کیا ہوا تھا۔ ساوی نے جاتے جاتے سویرے سلف کے سامان کی لسٹ اسے تھمادی تھی کہ واپسی پہ لیتے آنا۔ اقرا ڈرائنگ روم میں اپنی دوست کے ساتھ مصروف گفتگو تھیں۔ آپی ساوی

بھی وہیں تھیں۔ ارم انیکسی کی صفائی کروا رہی تھی۔ پروا کے اس اعتراض پر کہ فاروق ملازم ہوتے ہوئے بھی گیسٹ روم میں کیوں رہتا ہے۔؟ انکل ساجد نے اسے انیکسی میں ٹھہرانے کا انتظام کروا دیا تھا کیونکہ سرونٹ کوارٹرز نہیں تھے۔ ارم اس سلسلے میں انیکسی کی جھاڑ پونچھ میں لگی ہوئی تھی۔ ہارون بھی غائب تھا۔

موقع اچھا تھا میدان صاف تھا۔ وہ فاروق کے کمرے کی طرف بڑھی افسوس کہ دروازہ لاک تھا وہ جب بھی جاتا کمرہ بند کر کے جاتا تھا۔ پچھلی سائیڈ کی کھڑکی شاید بے دھیانی میں کھلی رہ گئی تھی وہ اسے پھلانگ کر اندر داخل ہو گئی۔ اول روز سے فاروق اسے پراسرار سا لگا تھا جیسے وہ وہ نہیں ہے جو وہ خود کو ظاہر کرتا ہے بلکہ کچھ اور ہے اور وہ کیا ہے وہی جاننے کے لیے چوروں کی طرح اس کے کمرے میں گھسی تھی۔

پروا نے جلدی جلدی الماری، بکس، دراز کھولے کہ شاید کوئی قابل ذکر چیز مل جائے جو فاروق کی پراسراریت سے پردہ اٹھا سکے۔ تیسرا دراز لاک تھا اس نے ادھر ادھر ہاتھ مارے کہ شاید چابی مل جائے اور چابی مل بھی گئی۔ دراز کھلنے پر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ سامنے کالا سیاہ جدید طرز کا چھوٹا سا ریوالور اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ ریوالور کے نیچے دو تین کارڈز پڑے ہوئے تھے اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ ان کارڈز کی طرف بڑھتا وہیں ساکت ہو گیا۔

"کیوں بلا اجازت آپ چوروں کی طرح میرے کمرے میں گھسی ہیں۔" فاروق کا سرد لہجہ اس کا وجود ہلا گیا۔

اس نے آتے ہی کھڑکی کے پٹ وا دیکھے تو اس کا ماتھا ٹھنک گیا جہاں تک اسے یاد پڑتا تھا وہ کھڑکی بند کر کے آیا تھا وہ بھی کھڑکی کے راستے اندر آیا اور اسے دیکھ کر [illegible] ہر وقت شرلاک ہومز کی طرح اس کی جاسوسی نہ کرتی پھرے۔

"[illegible] ہوں آپ اس طرف کیوں آئی ہیں۔ دروازہ لاک ہے میں کھڑکی سے اندر آیا ہوں آپ کو غائب پا کر کوئی اس طرف نکل آئے تو جانتی ہیں کیا ہو گا۔" وہ پروا کے بالکل قریب جھک گیا۔ فاروق کا قرب سنسنا گیا۔

"شک کیا ہو گا۔" اس نے بمشکل تھوک نگلا۔

"آپ پر آنچ آئے گی سو آئے گی پر میں بھی نہیں بچ پاؤں گا برابر کا شریک ٹھہرایا جاؤں گا۔ جائیں اگر آئندہ یوں اپنے کمرے میں دیکھا تو نتائج کی ذمہ دار سراسر آپ خود ہوں گی۔" وہ آگے سے ہٹ گیا پروا ڈولتے قدموں سے باہر نکلی۔

اس پوائنٹ پر اس نے پہلے سوچا ہی نہیں تھا اتنی عقل نہیں تھی کہ کبھی کبھی باتیں سوچتی ماں جیسی نہیں تھیں جو اسے سمجھاتیں دوسروں کو کیا تکلیف ہو گی ہوا سے روک ٹوک کرتے وہ خود سے کتنے وعدے کرتی کہ آئندہ یہ کام نہیں کرے گی پر وہ کام ہو جاتا تھا ماما کی سب ہدایات بھول جاتی تھی۔

فاروق کے خلاف اس کے ذہن میں شدید نفرت بھر گئی تھی۔ کتنے سخت لہجے میں بول رہا تھا جیسے پرانے وقتوں میں "شاہی جلاد" رہ چکا ہو اسے سوچ کر جھرجھری آ گئی' وہ ریوالور بھی یاد آیا نہ جانے کیوں اس نے رکھا ہوا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ فاروق کا تعلق کسی خاص "گینگ یا دہشت گرد گروہ" سے ہے اور یہ سب بھولے بھالے لوگ اس کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ ترس کھا کر نوکری دی تھی وہ مزے سے محل پر بیٹھ کر کھاتا کماتا' سہولیات سے مزین گیسٹ روم میں رہتا اور مزے سے عیش کرتا۔ اس نے ایسے ملازم کہاں دیکھے تھے کوئی اسے پوچھنے والا نہیں تھا پروا ہی تھی جو اس کے سر پہ کھڑے ہو کر الٹے سیدھے کام کرواتی' یہاں آتے ہی تیسرے روز اس نے مہمان کا چولا اتار پھینکا اور فاروق کو اس کا مقام بتانے کھڑی ہو گئی وہ اسے فارغ بیٹھا زہر لگتا ہر وقت اسے وہ ڈانٹتی رہتی "یہ کرو' وہ کرو' یہ لاؤ' وہ لاؤ' یہاں کیوں کھڑے ہو' ایسے کیوں بیٹھے ہو' گیسٹ روم میں مت سویا کرو' یوں ہر وقت کام چوروں کی طرح نہ پڑے رہا کرو۔"

ایسی تمام باتوں سے اس نے بہت جلد فاروق کی ذہنی الجھن کم کر دی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اسے ڈکری سے گھلوا کر ہی دم لے گی۔ پروا سے کچھ بعید بھی نہ تھا۔ ایک بار جو ٹھان لیتی اس کے دماغ میں سما جاتا وہ اسے پورا کر کے ہی دم لیتی۔ جیسے اب فاروق کا کیریئر اس کے دماغ میں کلبلا رہا تھا۔ اس نے سارے لان کی گھاس اس سے کٹوائی پودوں کی گوڈی کروائی۔ انکل ساجد اور صالحہ آنٹی گھر پر نہیں تھیں البتہ اقرا آپی نے اسے آہستگی سے ٹوکا تھا کہ ”وہ ڈرائیور ہے مالی نہیں ہے۔“

جواباً اس نے فاروق کی کام چوری پر ایک لمبا شکایت نامہ سنایا وہ چپ ہو گئیں۔ ارم اور ہارون بھی خوش نہیں لگ رہے تھے۔

”کیوں بے چارے کے پیچھے پڑ گئی ہو۔“ ارم گوڈی کرتے فاروق کو تاسف سے دیکھ رہی تھی۔ ہارون بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

”دیکھا کتنا موٹا تازہ ہے۔ پہلوان لگتا ہے۔ میرے حویلی میں ہو تا نا تو پورے بابا سائیں کی حویلی اس کے سپرد کر دی جاتی۔ اور ایک دن میں باغ کو درست کروا لیتی۔ تم آتیں تو پہچان نہ پاتیں۔ جوانی اور طاقت کا سارا نشہ ہرن کر دیتی۔“ وہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”یار پری تم پاگل ہو بھلا اسے جوانی اور طاقت کا کون سا نشہ ہے بے ضرر سا تو ہے۔“ ارم نے اس کی وکالت کی۔

”یہ اس کے بازو اور کندھے دیکھ رہی ہو باقاعدہ باڈی بلڈر لگتا ہے۔ اس روز کہہ رہا تھا کہ میرے اوپر بہت ساری لڑکیاں مرتی ہیں۔“ پروا کے منہ سے اس روز والی بات نکل گئی۔

”ہاں تو غلط کہتا ہے؟ ہے ہی اتنا زبردست۔ ویسے پری اسے دیکھ کے تمہیں خیال نہیں آتا کہ اسے بھی دولہا بنا دیں۔“ ارم کی اس بات پر اس نے غور سے اس کا جائزہ لیا تو وہ کھلا اٹھی۔

”کیسی اس پہ ...... میں تم بھی تو شامل نہیں ہو۔“ ارم کو تپی چڑھ گئی۔ ...... ٹی کی ...... بھی ہوں بلکہ تپی

کے حوالے سے۔“ ارم نے زبان دانتوں تلے داب لی۔ یہ اس کے منہ سے کیا نکلنے والا تھا شکر کہ پروا آگے ہو گئی تھی اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔

فاروق کے عین سامنے وہ کھڑی ہو گئی تھی۔

”دیکھا اسے کہتے ہیں تنخواہ کا حلال ہونا۔“ اس نے ارم کو بھی بلا لیا۔ فاروق پسینے پسینے ہو رہا تھا ہارون فریج سے ٹھنڈے یخ اسکواش کا جگ نکال کر لے آیا تھا جو اقرا نے بنا کر رکھا تھا اس نے فاروق کو گلاس بھر کر دیا وہ غٹاغٹ تین گلاس چڑھا گیا۔

”جی اب میں جاؤں؟ دیکھیں سارا لان ٹھیک کر دیا ہے۔“ وہ اجازت طلب نگاہوں سے پروا کو دیکھ رہا تھا۔

”ہوں جاؤ۔“ اس نے سر ہلایا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ انکل اور آنٹی لان کو صاف ستھرا دیکھ کر کتنا خوش ہوں گے مالی کئی روز سے چھٹی پر تھا تب ہی یہ خیال اس کے ذہن میں آیا تھا کہ فاروق سے لان ٹھیک کروایا جائے۔

رات حیات کا فون آیا اس نے بتایا کہ حویلی میں وڈیرا سائیں کا فون آیا ہے۔ آپ کو پیار کہہ رہے ہیں۔ پروا کی حالت خوشی سے عجیب ہو گئی۔

”بابا سائیں مجھے یہاں فون نہیں کرتے تھے۔“ وہ خفا تھی۔

”لی لی سائیں ان دو جلدی میں تھے۔“ حیات نے اسے مطمئن کیا۔

——*

ارم نے انگلش فلم لگائی ہوئی تھی پروا نے تھوڑی سی حالت مجبوراً دیکھی اور اٹھ گئی اب وہ ٹہل ٹہل کر سوچ رہی تھی کہ کیا کیا جائے اوپر اسٹور روم میں ہارون کی بہت ساری پتنگیں پڑی ہوئی تھیں جو اس نے بسنت کے موقع پر دونوں کو اڑانا سکھائی تھیں۔ اس نے سوچا کہ ارم کو لا کر دکھائے تو شاید وہ اس کا ساتھ دینے پر تیار ہو جائے اور ...... سوچ نے اس کے اندر ...... سیڑھیاں پھلانگ ...... دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسے ...... ”یہ

فاروق تھا۔

"یہ آخر اسٹور روم میں کیا کر رہا ہے؟" دبے قدموں وہ اندر داخل ہوئی اسٹور روم میں ایک کھڑکی پڑوسیوں کے صحن کی طرف کھلتی تھی وہاں سے کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کا با آسانی نظارا کیا جا سکتا تھا۔ فاروق اسی کھڑکی کے آگے کھڑا تھا اور اس کے گلے میں جدید ترین ساخت کا غیر ملکی کیمرہ لٹکا ہوا تھا وہ انتہائی محویت سے تصویریں لے رہا تھا وہ آگے ہوئی کہ دیکھے پڑوسیوں کے صحن میں کیا چیز ہے جو یوں فاروق جیسا معمولی نوکر اس حساس ترین پرائز کیمرے سے تصویریں بنا رہا ہے جوش سے وہ آگے ہوئی اسی جوش نے کھیل بگاڑ دیا۔ آہٹ پر فاروق نے اسے دیکھا بس ایک لمحہ تھا فاروق نے اسے گھسیٹ کر خود سے قریب کر لیا ایک ہاتھ اس کی گردن کے گرد لپیٹتے ہوئے اس کے منہ پر رکھ دیا۔

"خبردار جو کوئی حرکت کی یا آواز نکالی۔" اس کا لہجہ ایسا تھا کہ پروا کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ فاروق کا مضبوط ہاتھ ڈھکن کی طرح اس کے منہ پر جما ہوا تھا اور بازو شانے سے ہوتا ہوا گردن میں لپٹا ہوا تھا وہ کھٹ کھٹ تصویریں لینے لگا اسے مشکل تو ہو رہی تھی کیونکہ اس مشکل صورت حال میں وہ کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا کتنی آکورڈ صورت حال تھی وہ فاروق کے اتنے قریب تھی کہ نظر اٹھا کر اس کی گردن پر لگے زخم کے نشان کو دیکھ سکتی تھی نہ جانے اس عالم میں کتنی دیر ہو گئی پروا کو یوں لگا جیسے صدیاں گزر گئی ہیں اس نے ہاتھ روک لیا۔

"اگر تجھے جا کر کسی سے کچھ کہا تو آپ کی بدنامی ہوگی اس گستاخی کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن یہ میری مجبوری تھی۔ تم بھی عین وقت پر نازل ہو گئیں۔" فاروق نے اس کے گرد لپٹا اپنا فولادی بازو ہٹا لیا وہ ایک کے جھٹکے سے [illegible] کے تلی تھی اور سید کی [illegible] کسی [illegible] کے سمندر اُبل پڑنے کو بے تاب تھے [illegible] ان کا راستہ روکنے کی کوشش بھی نہیں کی [illegible] کر کھانے پر اتر آیا [illegible] آنکھیں [illegible] حقارت لگ

رہا تھا۔ اس صورت حال کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا فاروق کی یہ جرأت اسے سر سے پیر تک جھلسائے دے رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا حسان بھائی کے ریوالور کا پورا راؤنڈ اس پر خالی کر دے اسے اتنا مارے اتنا مارے کہ اس کے جسم سے خون کا آخری قطرہ تک نکل جائے۔

اس لیے اگر کوئی اور وہاں آ جاتا جیسے وہ آئی تھی تو کیا ہوتا تو سب جو اسے اتنا معصوم تصور کرتے ہیں وہ کیا مطلب نکالتے۔ انکل اور آنٹی اس کے بارے میں کیا سوچتے۔ روتے روتے وہ سو گئی تھی۔ ارم جگانے آئی تب بھی نہیں اٹھی اقرا کھانے کا کہنے آئیں تو اس نے انکار کر دیا وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

"پری کیا ہوا ہے۔" وہ پیار سے بولیں تو اس نے جھر جھر بہانے شروع کر دیے۔

"مجھے حویلی جانا ہے بابا سائیں مجھے یاد آ رہے ہیں۔" وہ اسی رفتار سے رو رہی تھی۔

"اچھا چلی جانا مگر ابھی فی الحال اٹھو کھانا کھا لو۔" اقرا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانا چاہا وہ ٹس سے مس نہ ہوئی گھر بھر کو خبر ہو گئی کہ پروا کو گھر یاد آ رہا ہے۔

"پری میں نے تمہاری پرسوں کی سیٹ کنفرم کروا دی ہے اب تو مسکراؤ۔" حسان بھائی نے آ کے بتایا تو وہ مسکرا بھی نہ سکی۔

ہاں حویلی جانے کی خوشی تو رہی تھی پر ساتھ ساتھ فاروق کو سبق سکھانے کا بھی دل چاہ رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"پری کیا ہوا۔" ارم نے اسے بلایا تو وہ اسے جھٹک کر اٹھ گئی اور آگے آ کر بیٹھ گئی۔ اچانک ہی اس کی نگاہ اقرا تائی پر پڑی تھی۔ وہ روم کی کھڑکی سے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھیں جیسے کسی کی نگاہوں کے تعاقب میں یوں ہی دیکھتے ہوئے وہ چونک گئی۔ فاروق پائنچے لگائے پورچ میں کھڑی گاڑی دھو رہا تھا۔ چونک کے پائنچے اوپر کیے شرٹ کی آستین فولڈ کیے جا بجا وہ مگن تھا اور اقرا تائی اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ قدرے آگے ہوئی تو اقرا نے اسے دیکھتے ہی کھڑکی جھٹ

...کے آگے کرلی پروا پوچھتی میں چلی گئی۔
اس واقعے کے بعد وہ پہلی بار اس کے سامنے آئی
...وہ شور سے صاف کپڑا وڈا اسکرین پر پھیر رہا
...کے لگے تھیں پٹی کھلے ہوئے تھے۔ پروا کا کی
...گلوں میں پڑی مٹی اٹھا کر اس کے اسرار بھرے
...پل دے وہ زیر لب گنگنا بھی رہا تھا غور سے
...پروا کو سمجھ میں آیا۔

...جھک زلفوں سے بادل کو رنگت ملی
...کو چھو کر ہوائیں معطر ہوگئیں

پروا کی نگاہ بے اختیار اقرا آپی کے کھلے بالوں کی
...اٹھ گئی جو ہوا سے لہرائے تو وہ نزاکت سے
...سمیٹتیں اس عالم میں وہ ہمیشہ سے زیادہ اچھی
...ہوتی تھیں۔ پر نہ جانے کیوں آج پہلی بار وہ اسے
...بری لگیں۔ اس کا سبب وہ خود بھی جان نہیں پا
...رہی تھی وہ اندر چلی گئی جیسے یہ منظر برداشت سے
...باہر ہو۔

دوسرے روز پروا جب جانے لگی تو فاروق غائب
تھے، پوچھنے پر بھی... جمیل تذکرہ وادم سے پوچھا تو اس
نے ...چونکا دینے والی خبر سنائی کہ وہ نوکری چھوڑ کر چلا
گیا ہے۔

*ـ*ـ*

پروا اپنے شاندار سے بیڈ روم کے گداز بستر پر
...وٹیں بدل رہی تھی ایک دم جیسے حلق میں کانٹے پڑ
...گئے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ اٹھا کر اس نے
...براہ راست منہ سے لگا لیا اور غٹا غٹ پینے لگی اس پر
...عجیب بے چینی سی طاری ہوگئی تھی۔ دوبارہ بیڈ پر
...لیٹی تو نیند کا کوسوں امکان نہ تھا اسے اپنا بایاں
...رخسار، گردن و کان اور پہلو سلگتے ہوئے محسوس
...ہو رہے تھے نہ جانے کہاں سے اس کی گردن پر لگا زخم کا
...نشان پروا کی آنکھوں کے آگے گھوم سا گیا تھا۔ ایک
...عجیب سا ...محسوس ہو رہا تھا۔ وہ دور
...کہیں ...جا رہی تھی ...پیار ...بہا رہی تھی کہ
...پھر ...بہت ...خوابوں ... سسکی لیتے
...ہوئے تکیے میں منہ چھپا لیا۔

...ایک دن اداس اداس دن تم شب اداس

کسی سے کیا بچھڑ گئے جیسے چڑھ چاند نہیں

*ـ*ـ*

حویلی کے تمام ملازمین ہی پروا کی غیر معمولی خاموشی
کو محسوس کر رہے تھے۔ جب سے آئی تھی چپ چپ
سی تھی کسی ملازم کو اس کی سستی پر اتنا بھی نہیں نہ
سر پر کھڑے ہو کر کام کروایا' بھاگ بھری اور ماروی
اس وقت بھی اس کے بارے میں بات چیت کر رہی
تھیں۔

"بھاگ بھری دیکھ تو بی بی سائیں کا رنگ کتنا پیلا
ہو گیا ہے۔" اس نے تخت پر گم صم بیٹھی پروا کی
طرف اس کی توجہ دلائی اتنے میں حویلی کی پرانی اور
لوجیز عمر ملازمہ فاطمہ بھی ادھر آ گئیں۔ ان دونوں کے
خدشات ظاہر ہونے کے بعد وہ سیدھی پروا کی طرف
چلی گئیں' پروا ان سے بڑے احترام سے پیش آتی
تھی۔

"دھی رانی کسی نے کچھ کہا تو نہیں بڑا دیکھ رہی ہوں چپ
چپ ہیں۔" وہ کھانس پر بیٹھ گئی تھیں۔
"نہیں اماں۔" پروا بے دلی سے مسکرائی۔
"پھر میری دھی کو نظر لگی ہے میں ابھی مرچیں
وارتی ہوں آپ کے اوپر۔" فاطمہ اندر مرچیں لینے
چلی گئیں۔

"ہاں مجھے نظر لگ گئی ہے۔ بہت بڑے
دیو کی۔" اس کا دل اندر سے رونے لگا فاطمہ مرچیں
لے آئی تھیں۔

"دھی یوں نہ رہا کرو وڈیرا سائیں کی جان ہے تم
میں۔" پروا اس کے گرد مرچیں پھیرتے ہوئے تلقین
کر رہی تھیں۔ پروا کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپکا اور
قمیص میں غائب ہو گیا۔

"اور میری جان تو کوئی بھری دوپہر میں ساتھ لے گیا
ہے۔" اس کے دل نے دہائی دی۔

*ـ*ـ*

بھاگ بھری اس کے گیلے بالوں کو نرمی سے سلجھا
رہی تھی پانی بالوں سے ٹپکتا ہوا اس کی قمیص کو نم کرتا
جا رہا تھا۔

"بی بی سائیں آپ کے بال تو بڑے سوہنے ہیں۔"

بھاگ بھری نے بے اختیار تعریف کی تو کوئی اس کے کانوں میں گنگنایا۔

تیری زلفوں سے بادل کو رنگت ملی

"بس اب جاؤ میں خود کرلوں گی۔" پروا نے برش اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اداسی اور بے کلی نے اس کے پورے وجود کو ڈھانپ لیا تھا۔ حویلی کے ملازمین اور ارم کے گھر میں اگر کسی کو یہ خبر ہو جاتی کہ وہ ایک معمولی نوکر کے بارے میں اس طرح سوچ رہی ہے تو وہ سب کی نظروں میں گر جاتی وہ اسے پاگل کروانے بھلا کہاں پروا اور کہاں فاروق جیسا معمولی نوکر جسے وہ ہر وقت ڈانٹ کر تحقیر کرکے اس کا مقام یاد دلانے کی کوشش کرتی تھی وہ ہر وقت دھتکاری تھی اسے۔ اسی فاروق کے بارے میں اس کے احساسات بدل چکے تھے۔

اگر بابا سائیں کو اس کے خیالات کی خبر ہو جاتی تو یقیناً" وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے پروا کو گولی مار دیتے کیونکہ جس شخص کے ساتھ انہوں نے پروا کا نکاح کیا تھا وہ ان کی نگاہ میں بہت بلند تھا وہ اکثر کئی بار اس کی تعریف کر چکے تھے۔ ان کی باتوں سے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ بہت جلد اس کی شادی کر دیں گے۔ پروا کو اس شخص سے ایک فیصد بھی دلچسپی نہیں تھی۔ اس رشتے نے اس کے اندر کوئی جذبہ نہیں جگایا تھا۔

اشاو والا ہور سے روک اپنے ساتھ لگا لائی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ فاروق کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ ڈرائیور ہے اور اسے حسان بھائی نے رکھا تھا اب تو وہ ان کی ملازمت بھی چھوڑ چکا تھا۔ اسے اضطراب اور بے کلی کے حوالے کرکے جانے وہ خود کہاں چلا گیا تھا۔

اس روز اس نے بے اختیار لاہور ارم کا نمبر ملایا۔

سلام دعا اور ادھر ادھر کی بات چیت کے بعد ارم کی آواز آئی۔

"کیسی ہو؟" ... سے بولی۔

"میں تو ٹھیک ہوں ... آواز کو کیا ہوا ہے۔"

... پتا نہیں کیا ہو گیا ہے خود ہی تو

ٹھیک نہیں کرنے لگی تھیں۔" ارم نے ... وہ بے اختیار فاروق کے بارے میں پوچھ بیٹھی۔

"وہ جو تمہارا ڈرائیور تھا پھر نہیں آیا۔" اس کے لہجے کی بے قراری چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

"ارے نہیں تمہاری ڈانٹ کے بعد وہ بھلا ہے اب تو کبھی نہیں آئے گا ویسے جرت کی بات ہمارے ساتھ والا جو شاندار سا پیر لگژری بنگلہ ہے اس نے وہاں ملازمت کرلی ہے۔" ارم نے پہلی بات ہی ختم ہو گئی وہ کیسے بات آگے بڑھاتی ارم ... میں اس کا کیا بھرم رہ جاتا وہ کیا سوچتی۔؟

--*

بابا سائیں اور روزلٹ کا اسے برابر انتظار تھا حیات کے مطابق وہ امریکہ میں اتنے مصروف تھے کہ فون کرنے کے لیے وقت ہی نہیں نکال سکتے تھے جب ایک دن اس کی بے قراری حد سے بڑھ گئی تو سائیں کا فون آتے ہی ان کی آواز کافی بھاری لگ رہی تھی۔ وہ مسلسل کھانس رہے تھے۔ استفسار پر انہوں نے بتایا کہ انہیں موسمی نزلہ اور کھانسی ہے۔ اسے تسلیاں دلاسے دیتے ہوئے انہوں نے فون بند کر دیا۔ حیات لاہور گیا ہوا تھا اسے خبر نہیں تھی کہ وہ ادھر کی طرف گیا ہوا ہے۔ بابا سائیں کی طرف سے ملنے والے حکم کے بعد وہ ملنے گیا تھا۔

اس وقت وہ داور کے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چیزوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ ڈرائنگ روم قدیم اور جدید طرز آرائش کا بہترین امتزاج تھا اس نے دل ہی دل میں مکینوں کے ذوق کو سراہا۔

"ڈرائنگ روم میں تم سے بڑی بڑی مونچھوں والا کوئی آدمی ملنے آیا ہے۔" داور واش روم سے نکلا تو ماما نے اسے بتایا۔

"نام بتایا ہے اس نے۔" وہ شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے پوچھا ہی نہیں، مجھے وہ آدمی بہت خطرناک لگا ہے پتا نہیں کیسے کیسے لوگوں سے تمہارا جاننا ہے۔" نازش بیگم نے بیزاری سے ماتھے پر بل ...

دا تو وہ ہنسنے لگا۔
"یہ تو میری جاب ہی ایسی ہے۔ اچھے برے' الٹے سیدھے' ٹیڑھے میڑھے' نیک و بد لوگوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں آپ کولڈ ڈرنکس کے ساتھ کچھ اور بھجوا دیجئے گا۔" وہ نکل گیا۔ حیات کو دیکھتے ہی اس کے ماتھے پر ناگواری سے بل پڑ گئے تھے اس سے بڑے احترام سے ملا پر داور نے زیادہ گرمجوشی نہیں دکھائی۔
"وڈیرا سائیں کہہ رہے ہیں کہ آپ نے گھر والوں کو راضی کر لیا ہے تو بی بی سائیں کو لے جائیں کیونکہ وڈیرا سائیں کی گرفتاری کے بعد ان کے رشتہ دار الٹی سیدھی افواہیں گردش کر رہی ہیں۔" حیات نے اس کے آگے ہاتھ باندھے جتایا۔
"دیکھو حیات ابھی میں نے گھر والوں سے بات نہیں کی ہے کچھ عرصہ تو لگے گا اور تمہاری رسمیں بڑی کو خطرہ کیوں ہونے لگا اتنے بڑے وڈیرے کی بیٹی ہے تمہارے جیسے جانثار ملازم ہیں ان کے۔" داور کے طور کو حیات جانے سمجھا یا نہیں پر لجاجت سے بولا۔
"سائیں داور آپ حویلی کا چکر لگا لیں ہمیں ذرا تسلی رہے گی۔"
"میں فارغ نہیں ہوں' مسٹر حیات حکومت کا ملازم ہوں مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ حویلیوں کے چکر لگاؤں۔" وہ تلخی سے بولا تو حیات حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔
"داور سائیں وڈیرا سائیں نے باقاعدہ پیغام بھیجا ہے جبھی تو میں آیا ہوں۔"
"تو میں تو تمہارے وڈیرا سائیں کا تنخواہ دار ملازم ہوں نہیں جو ان کا پیغام ملتے ہی فوراً حکم کی تعمیل کروں گا۔"
حیات کو داور کی بے جا ناراضگی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اس نے [illegible] بجے لوازمات کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔
"اچھا سائیں چلتا ہوں [illegible]۔" وہ آگے بڑھا [illegible] اور [illegible] سائیں وڈیرا

سائیں کا داماد تھا سو وہ اس سے بدتمیزی نہیں کر سکتا تھا پھر وہ اسپیشل پولیس ڈپارٹمنٹ کا اعلیٰ افسر تھا۔ مگر یہ بندھا رہا الود اور گولیوں کا پڑا اسے متاثر نہیں کر سکتا تھا۔
"اچھا میں فرصت ملتے ہی چکر لگاؤں گا۔" داور نے باہر جاتے حیات کو امید کی کرن دکھائی تو حیات نے پلٹ کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر چومے آنکھوں سے لگائے۔
"بی بی سائیں بہت پریشان ہیں آپ کی تسلی کا ایک لفظ ان کے لیے بہت بڑا سہارا ثابت ہوگا۔" اس کے ساتھ چھوڑ کر وہ اپنی لینڈ کروزر میں سوار ہو گیا۔
داور پریشان پریشان سا اندر گیا۔ ماہ گل نے اس کی پریشانی بھانپ لی تھی اور یقینی طور پر اس کا تعلق اس آنے والے خطرناک صورت آدمی سے تھا جس کو رخصت کر کے داور اندر آیا تھا۔
"کون تھا یہ اور کیوں آیا تھا۔" ان کا سوال بہت خطرناک تھا اگر وہ بتا دیتا تو جانے کیا ہو تک؟ اتنا بڑا قدم اس نے بتائے بغیر اٹھایا تھا اس وقت اس پہ فرض شناسی اور پیشے سے لگن کا بھوت سوار تھا۔ وڈیرا چنگل نواز جیسے کرمنل کی بیٹی سے وہ نکاح پر آمادہ ہو گیا تھا مگر واپس' افسران اور کولیگز تک کو خبر نہیں تھی کہ چنگل نواز کی گرفتاری کی خاطر وہ اتنا آگے چلا گیا ہے واپس آ کر اس نے اس ناگوار بندھن کے خیال سے پیچھا چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اور اب پرسکون پانی میں حیات پتھر پھینکنے چلا آیا تھا اپنے وڈیرے کا پیغام لے کر۔
داور کو پتا تھا کہ پولیس کسٹڈی میں ہونے کے باوجود چنگل نواز کی طاقت اور اثر و رسوخ میں کمی نہیں آئی ہے وہ اس کی طاقت کا ہوا کم کرنے کے لیے ہر ممکن وسائل بروئے کار لا رہا تھا۔ چنگل لاک اپ میں بیٹھا کارندوں کی ڈوریاں ہلا رہا تھا۔ بس کچھ عرصے کی بات تھی غیر ملکی مافیا نے اپنا دست شفقت چنگل نواز کے سر سے ہٹا لیا تھا۔ کچھ نے پٹنے باشار رہ گئے تھے۔ جواب بھی اس کا ساتھ [illegible] رہے تھے۔ [illegible] وہ اب تک بھاگا نہیں تھا [illegible] اس کے جرائم کی

فہرست بہت طویل تھی۔ جس تنظیم کے لیے وہ کام کرتا رہا تھا وہ تنظیم گل کے ذاتی خدمت گاروں کو خریدنے کی فکر میں تھی ان کے ذریعے وہ لاک اپ میں ہی اسے مروانا چاہتے تھے کیونکہ اس کے پاس تنظیم کے اہم رازوں کے ثبوت اور ایجنٹس کے ایڈریس و فون نمبر تک موجود تھے۔ وہ حیران تھے کہ گل نے کیونکر خود کو پولیس کے حوالے کیا ہے۔ وہ ہار ماننے والا لگتا تو نہیں تھا۔ بہرحال اب وہ اسے جلد از جلد کسی بھی طریقے سے مروانا چاہتے تھے تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

”کیا یہ شخص تمہیں کوئی دھمکی تو نہیں دے گیا ہے۔“ ماہ گل نے اس کا خاموش چہرہ جانچا۔

”نہیں ممابھلا کسی میں اتنی ہمت ہے جو داور زئی یعنی آپ کے بیٹے کو دھمکی دے سکے۔ بس میں انتقام ختم۔“ داور نے غور سے اپنے بازوؤں کو دیکھتے ہوئے کہا تو ماہ گل لمبے چوڑے کڑیل سے بیٹے کی دل ہی دل میں نظر اتارنے لگیں۔

”یہ آپی کئی روز سے نہیں آئی ہیں ذرا فون شون کر کے خیریت ہی معلوم کرلوں۔“ ماں کی نظروں سے بچ کر وہ نیلی فون سیٹ گود میں رکھ کر صدف آپی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

صدف اندرون لاہور کے ایک گاؤں میں بیاہی ہوئی تھی کیونکہ چوہدری سکندر صدف کا کلاس فیلو رہ چکا تھا۔ اس نے اپنے والدین کے توسط سے رشتہ دیا جو قبول کرلیا گیا۔ سکندر کے والدین جدی پشتی رئیس تھے۔ ہزاروں ایکڑ صرف اراضی تھی' باغات' حویلیاں' مکانات اس کے علاوہ تھے۔ اتنی دولت ہونے کے باوجود بھی سکندر کے خاندان والوں میں کوئی غرور اور اکڑ نہیں تھی۔ بہت ملنسار اور محبت کرنے والے لوگ تھے۔

سکندر بھی کرتا تھا اسے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ان دونوں کی شادی کو چھ سال ہو چکے تھے لیکن ان کے پیارے پیارے بچے بھی تھے۔ تین سالہ لوی اور صفا گھر بھر کی جان تھیں۔ [illegible] صدف گاؤں والی حویلی میں

عیش و آرام کی زندگی بسر کررہی تھی۔ حالانکہ بدخواہوں نے کوششیں کی تھیں کہ یہ رشتہ نہ ہو پائے۔ رحمان زئی کو انہوں نے قوم و نسل کا فرق کرکے انکار کروانا چاہا تھا کہ آپ اصل اور خالص پٹھان ہیں جبکہ وہ پنجابی ہیں پر رحمان اس بھانسے میں نہیں آئے۔ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا وہ پٹھان بعد میں ہیں مسلمان پہلے ہیں۔ سکندر بھی مسلمان ہے پھر انکار کا کیا جواز بنتا ہے۔ وقت نے ان کے اس فیصلے کو درست ثابت کیا تھا۔ صدف من چاہی بیوی تھی۔ وہ مزے سے سسرال میں عیش کررہی تھی۔

صدف سے بڑا ایک بھائی داور تھا۔ اس کی شادی خاندان میں ہی ہوئی تھی۔ وہ آج کل اپنی بیوی بچوں کے ساتھ سعودی عرب میں نوکری کے سلسلے میں مقیم تھا۔ وقتاً فوقتاً وہ چکر لگاتا رہتا تھا۔ تیسرے نمبر پر داور تھا۔ اس سے چھوٹی اور لاڈلی شاہ گل تھی جو یونیورسٹی اسٹوڈنٹ تھی۔ یہ ایک آسودہ حال اور روشن خیال گھرانہ تھا۔ داور کو پولیس جاب میں جب سے گئے بھرے ہوئے کامیابیاں تھی شروع ہو گئی تھیں تب سے تمام گھر والوں نے اس پر شادی کے لیے دباؤ ڈالنا شروع کردیا تھا۔

شاہ گل آئے دن اپنی سہیلیوں کو اسے دکھانے کے بہانے گھر پر انوائٹ کرلی رہتی تھی۔ اب تو ماہ گل نے بھی اس کا پیچھا لے لیا تھا۔ اس کی پرموشن جو ہوئی تھی۔ وہ اب ایس پی کے عہدے پر تھا۔ تعلقات اور فراغت کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا تھا۔ ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی تھیں۔ صدف جب بھی آتی وہ تین تصویریں ساتھ لاتی جو گاؤں میں اس کی ملنے جلنے والیوں کی ہوتیں۔

”کارگا سیک آپی میں نے بیویوں کا حرم نہیں بنوانا ہے جو آپ اتنی تصویریں لے آتی ہیں۔“ وہ باتوں میں لگا کر انہیں چکر دے جاتا اب فون کرکے اسے علم ہوا تھا کہ وہ تو ناراض ہیں وہ ان کی منتخب کردہ لڑکیوں پر نظر جو نہیں ڈالتا تھا۔ داور نے انہیں منالیا تھا۔ ان سے باتیں کر کے اس کا ذہن بٹ گیا تھا وہ اب قدرے

خلش سا تھا۔

* * *

پروا اور ارم کا رزلٹ آؤٹ ہو گیا تھا' دونوں کامیاب ہو گئی تھیں۔ پروا کا اب تو لاہور جانا ناگزیر ہو چکا تھا۔ تھرڈ ایئر کے ایڈمیشن فارم جمع کروانے تھے اور اس طرح کے ایک دو مسئلے تھے۔ ارم کا بھی وعدہ لیں کہ پکا تھا کہ فارم لینے چلیں گے۔ حیات اسے کالج چھوڑ گیا تھا۔ ارم سخت ناراض تھی کہ وہ بھی ساتھ ہی کالج کیوں آ گئی۔ شوکتاں اور حمیدو بھی خفا تھیں کہ اب لے اتنے ماہ سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ اس نے مشکل سے جان چھڑائی' وہیں کالج میں بیٹھ کر انہوں نے فارم فل کیے اور جمع کروا دیے۔ حیات اس کا انتظار کر رہا تھا جبکہ ارم بار بار اس سے کہہ رہی تھی کہ پانچ روز میں نئے داخل ہونے والے اسٹوڈنٹس کی لسٹ لگ جائے گی تب تک ادھر ہی رکو۔ اس کی ضد کے آگے وہ مجبور ہو گئی اور حیات اکیلا واپس گیا۔

وہ ارم سے فارد کے بارے میں پوچھنے کے لیے مناسب الفاظ سوچ رہی تھی اسی لمحے وہ گھر آ گیا۔ صالحہ آنٹی اور اقرا آپی سے ملتے ہی یہ بات اس کے ذہن سے نکل گئی۔ دوسرے روز ارم اسے بازار لے گئی۔ گاڑی کھڑی کر کے وہ دونوں لبرٹی کے اس جدید شاپنگ پلازہ میں گھس گئیں۔ پروا کو کوئی چیز نہیں خریدنی تھی ارم ہی اس کی منتیں کر کے لائی تھی بقول اس کے کہ "تیرا ایڈمیشن کے وقت بڑے زبردست لوگ اپنی بہنوں کے ہمراہ آتے ہیں' ذرا اچھے' اچھے سوٹ بنا لو' اچھا امپریشن پڑے گا۔" ارم شرارت سے بولی تھی۔

"انہوں نے تمہیں پسند کرنے تو نہیں آنا ہے۔" پروا جھلا گئی تھی۔

"دونوں آپی پر میں تو اچھے انداز میں کالج جاؤں گی' تو ذرا اپنے میرے ساتھ چلو ناں' سنا ہے بڑے اچھے سوٹ آئے ہیں۔" اس نے زبردستی پروا کو اٹھایا۔ ارم نے کئی گھنٹوں بحث کرنے اور دیکھنے کے بعد خریدے' دکاندار بھی اس کے [illegible]

کپڑوں کی دکان سے نکل کر ارم شو مارکیٹ میں گھس گئی۔ پروا نے اپنے لیے بھی نازک اور اسٹائلش چپل دیکھی تھی۔ نفیس سی نگوں والی چپل اس کے سفید پاؤں میں بہت سج رہی تھی۔ پھر ارم جانے کیا کیا الم غلم خریدتی رہی وہ صبر سے اس کا ساتھ دیتی رہی۔ خدا خدا کر کے اس کی شاپنگ مکمل ہوئی دونوں بھرے ہوئے شاپرز اس نے گاڑی کی بیک سیٹ پر ڈالے' تب ہی پروا کو یاد آیا کہ اس کی جوتی وہیں دکان میں رہ گئی ہے جہاں سے اس نے خریدی تھی۔

"ارم میرے ساتھ چلو شاپر دکان میں رہ گیا ہے۔" وہ پریشان سی تھی۔

"میری پیاری دوست میری ٹانگوں نے چلنے سے انکار کر دیا ہے خود ہی لے آؤ اپنے اندر ہمت نہیں ہے۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"آئندہ مجھے شاپنگ پہ چلنے کے لیے کہا تو دیکھنا میری جوتی جائے گی تمہارے ساتھ۔" پروا نے دانت کچکچائے پر ارم پر اثر نہیں ہوا۔ کیسٹ پلیئر آن کر کے گاڑی کی بیک سے سر ٹکا کر وہ موسیقی سے لطف اندوز ہونے لگی۔ پروا کا جی چاہا کوئی بھاری سی چیز اس کے سر میں دے مارے' وہ تو جلد سے جلد نکلنے والی نہیں لگ رہی تھی وہ اکیلی ہی واپس ہوئی کیونکہ وہ خوبصورت اور منفرد ڈیزائن والی جوتی اس نے ایک دکان کے علاوہ کہیں نہیں دیکھی تھی۔ جب وہ اس دکان پہ پہنچی تو معلوم ہوا ایک جوتوں والا شاپر تو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔ بے شمار خریدار ہوتے تھے مفت میں ہاتھ لگی چیز کسے بری لگتی ہے کوئی جوتے اٹھا کر چلتا بنا تھا۔ اب صرف اس ڈیزائن کی ایک جوڑی رہ گئی تھی وہ بھی شوکیس میں سجی ہوئی تھی۔

"پلیز مجھے وہ والا جوتا دے دیں۔" وہ شوکیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی تو دکاندار معمولی سی پس و پیش کے بعد مان گیا۔ اتنے میں اور گاہک آ گئے وہ انہیں جوتے دکھانے میں مصروف ہو گیا پروا بور ہو رہی تھی۔

"دیکھیں مجھے [illegible] دیر ہو رہی ہے مجھے۔" وہ ساتھ ساتھ [illegible] بھی ہو رہی تھی۔

"ذرا ٹھہریں ڈبے میں پیک کر کے دیتا ہوں۔" دکاندار پھر مزید آنے والے کسٹمرز کی طرف متوجہ ہو گیا تھا تو ناچار وہ یونہی جوتے اٹھائے نکل آئی پیچھے دکاندار "ارے ارے رکیے تو" کی صدا لگاتا ہی رہ گیا۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی' جب اچانک ہی دو لمبے لمبے بالوں والے لڑکے سامنے آ گئے۔

"ارے دیکھو تو سنڈریلا ہاتھوں میں جوتے اٹھائے گھوم رہی ہے۔" ایک نے دوسرے کو اس کی طرف متوجہ کیا وہ ان کی بات پر مطلق دھیان دیے بغیر آگے ہوئی جو نہی وہ فٹ پاتھ سے اتر کر سڑک کراس کرنے لگی ایک جیپ سے اس کی ٹکر ہوتے ہوتے بچی۔ جوتے اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر سڑک کے پار جا گرے۔ جیپ والا رک گیا تھا' دروازہ کھلا اور وہ نیچے اترا پروا نے جیپ کی سرکاری نمبر پلیٹ دیکھ لی تھی کہ یہ پولیس جیپ تھی' اس نے قانون کے اس اندھے محافظ کو کھری کھری سنانے کا فیصلہ کر لیا۔

"آئی ایم سوری مس۔" پروا نے شائستگی سے معذرت کرتے شخص کی آواز پر نگاہ اٹھائی تو حیرت کے کتنے ہی پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے سر پر آ گرے۔ یہ تو فاروق تھا اسے اپنی بصارت پر دھوکا ہوا اس نے دوبارہ پوری آنکھیں کھول کر دیکھا وہ سو فی صد فاروق تھا۔ پولیس کی وردی میں اس نے اس کی یونیفارم شرٹ پہ لگے بیج کو پڑھا۔ ایس پی داور زکی اسپیشل پولیس ڈپارٹمنٹ۔

"یہ لیں۔" اس نے سڑک پر پڑے جوتے پروا کی طرف بڑھائے جو عجیب کیفیت میں تھی۔

"تت تت تم فاروق ہو نا۔" اس نے احمقانہ سوال کیا۔

"نہیں میں داور زکی ہوں۔" اسے حیران چھوڑ کر وہ جیپ میں سوار ہو گیا۔ وہ اسی کیفیت میں گاڑی تک پہنچی۔

"تمہیں کسی نے جادو تو نہیں کر دیا ہے۔" ارم نے اس کی حیرت [illegible] آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا تو وہ ہڑبڑا کر اپنے حواس [illegible] سا ہو کر گھر روانہ ہو گیا تھا۔ [illegible]

"فاروق' میں نے ابھی ابھی اس کا ہم شکل دیکھا پولیس یونیفارم میں ملبوس وہ فاروق سے بہت مشابہ تھا۔ آنکھیں' بال' چہرا' رنگ تک۔" "تو اب مجھے [illegible] مانند تھا۔" اس نے اپنے تئیں ارم کو سمجھانا چاہا اس نے خاص دلچسپی نہیں لی۔ پھر اگر بھی اس سب کو یہ خبر سنائی کسی نے کوئی نوٹس ہی نہیں لیا۔

پروا کو یوں لگا جیسے وہ اس سے کچھ چھپا رہے ہیں دانستہ ایسا کر رہے ہیں۔ لاکھ وہ سب سے بے تکلف سہی پر گھر کا فرد تو نہیں تھی جو کسی سے باز پرس کرتی ناچار خاموش ہو گئی۔

کامیاب طالبات کی لسٹ لگ گئی تھی۔ اس میں ارم اور پروا دونوں کا نام شامل تھا۔ فیس جمع کرا کے پروا نے حیات کو فون کر دیا کہ کلاسز دو دن بعد شروع ہو رہی تھیں۔ اس دوران بابا سائیں نے اسے امتحانات کی کامیابی پر بذریعہ فون مبارک باد دی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید وہ اس کے داخلہ لینے پر ناراض ہوں یا روک دیں پر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اس کے اطمینان کے لیے یہی کافی تھا۔

اس پولیس آفیسر اور فاروق کی حیرت انگیز مشابہت نے بھی اسے پریشان کر رکھا تھا۔ حیات نے اس سے کہا تھا کہ وہ کل اسے لینے آئے گا اور ساتھ ہی اپنے چند کام بھی نمٹا لے گا۔

رات وہ اور ارم دونوں لان میں ٹہل رہی تھیں جب کریم کلر کی ہنڈا سوک گیٹ سے اندر آئی اور اس میں سے فاروق اترا اس نے بے حد قیمتی کپڑے اور جوتے پہنے ہوئے تھے۔ کلائی میں خوبصورت رسٹ واچ بندھی ہوئی تھی۔ اس کا اسٹائل بھی مکمل طور پر بدل چکا تھا۔ حسان اس کی گاڑی کی آواز سن کر نکل آیا تھا۔

"بڑے دنوں بعد چکر لگایا ہے۔" وہ اس سے بغل گیر ہوا۔

"بس آفیشل کاموں میں بزی تھا۔" اس نے بتایا اسی دوران ارم بھی پروا کو لیے اس کے قریب پہنچ چکی تھی۔ پروا کی پھر وہی حالت ہو گئی تھی جیسے اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا ہو' وہ تینوں اس کی اس کیفیت سے لطف

...بیٹھے تھے۔
"...ہے آپ۔" اس کی پھنسی پھنسی آواز نکلی تو
...حسان سے قہقہہ روکنا مشکل ہو گیا۔
"...یہ داور نقوی ہیں اسپیشل پولیس ڈپارٹمنٹ
...میں ہیں۔" انہوں نے بتایا۔
"...کیسی ہیں آپ۔" داور مجسم لہجے میں بولا تو
...کوئی جواب ہی نہ بن پڑا۔
"...فاروق ان کا جڑواں بھائی تھا۔" اس نے احمقانہ
...کیا تو اب کے حسان اپنا قہقہہ نہ روک سکے۔
...نے اسے یوں دیکھا جیسے اس سے بڑا بے وقوف
...کوئی نہ ہو۔ اس کی حالت پہ رحم کھاتے ہوئے
...نے بتایا کہ داور ان کا دوست ہے۔ دونوں
...کے قریبی تعلقات بھی تھے۔ سی ایس ایس
...ایک ساتھ ایر ہونے کے بعد داور نے پولیس
...جوائن کرلی تو تب ساجد سابق چیف کمشنر رہ
...چکے اس لیے حسان کو اس سروس میں زیادہ چارم
...ہوتا تھا۔ وہ اس شعبے کی طرف آگیا۔
داور کو سکھر سے واپسی پر سابقہ صلاحیتوں اور
...کارکردگی کے پیش نظر ایک مشکل اور اہم کیس سونپا
...گیا وہ اس کیس کا انچارج بھی تھا۔ قصہ کچھ یوں تھا کہ
...قیمتی ہیرے اور نوادرات جن کی حیثیت تاریخی
...اسمگل کرنے کا منصوبہ تھا اس کے پیچھے ایک
...بہت بڑا گروہ تھا۔ جب پولیس ڈپارٹمنٹ میں اوپر
سے نیچے تک اپیل مچی تو اس گروہ نے خود کو تب
...کے لیے انڈر گراؤنڈ ہونے کا فیصلہ کیا اس کے
لیے انہوں نے شہر کے گنجان اور معزز علاقے کو منتخب
کیا اس طرح کسی کو ان پر شک بھی نہ ہوتا اور وہ اپنا
کام بھی مکمل کر لیتے جس بنگلے میں انہوں نے رہائش
اختیار کی وہ ایک سابق صوبائی وزیر کا بنگلہ تھا جو انہوں
نے ایک پارٹی کے ہاتھ فروخت کر دیا اس پارٹی سے
...یہ بنگلہ کرائے پر لیا اب یہ اتفاق کی بات
تھی کہ یہ بنگلہ ساجد صاحب کے بنگلے سے ملا ہوا تھا۔
داور اور اس کے ... دوسرے لوگ شروع
...بہت ... تھا کہ اس گروہ
...نے یہاں رہائش اختیار کی ہے۔ حسان اور ساجد انکل

سے مشورہ کرنے کے بعد وہ نوکر کے روپ میں ان کے
گھر شفٹ ہو گیا اس طرح وہ بہتر طریقے سے ساتھ
والوں کی نقل و حمل پر نظر رکھ سکتا تھا۔ خود کو شک
سے بری کرنے کے لیے اس نے ڈرائیور کا روپ
دھارا تھا۔ ساجد انکل اور حسان کو بوقت ضرورت
کہیں بھی لے جاتا۔ ادھر ادھر کے معمولی کام بھی نمٹا
دیتا۔ صالحہ آنٹی شرمندگی ظاہر کرتیں تو وہ کہتا کہ یہ میں
اپنی ذات سے شک رفع کرنے کے لیے کر رہا ہوں
کیونکہ ان اسمگلرز نے بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلی
تھیں صالحہ آنٹی کے گھر والوں نے اسے نگرانی کرنے
کی ہر ممکن سہولت فراہم کی رات کو سب جلد
سو جاتے لائٹس بند کر دیتے اور وہ اطمینان سے اپنا
کام کرتا پھر کرکٹ بال ادھر کرنے اور لے کر آنے کی
وجہ سے اس کی دعا سلام شیر خان سے ہو گئی جو بظاہر
چوکیداری کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔
درحقیقت اسمگلرز کا اہم کارندہ تھا۔ داور نے اسے
شیشے میں اتار لیا تھا۔
شیر خان کو بھی فاروق نامی یہ ملازم باتوں سے کام کا
آدمی لگا۔ اس نے باس سے کہا کہ اگر ہم اس کو
گروہ میں شامل کرلیں تو یہ ہمارے بہت کام آسکتا
ہے۔ شیر خان اسے اپنے باس سے ملوایا۔ "باس نے داور
کو آفر کی کہ تم ہمارے ڈرائیور بن جاؤ ہم تمہیں زیادہ
تنخواہ دیں گے۔" وہ کچھ دیر سوچنے کی اداکاری کرتے
ہوئے راضی ہو گیا۔ ابتدا میں اس پر کڑی نظر رکھی
گئی۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے سب کا اعتبار حاصل
کر لیا۔ اب وہ ان کے نوادرات اسمگل کرنے کے
طریقے سے آگاہ ہونا چاہتا تھا۔
داور کے پاس تمام ثبوت جمع ہو چکے تھے۔ "پلان
فائل" پہلے ہی اس کے قبضے میں آچکی تھی۔ اب اس
گروہ پر ہاتھ ڈالنے کا مناسب وقت تھا۔ اس نے یہ
کیس بھی کامیابی سے نمٹا لیا تھا اور آج کل افسران
سے داد وصول کر رہا تھا۔
ہما کو اب یاد آیا کہ وہ اسے اتنا پر اسرار کیوں لگا
تھا۔ اسے بے پناہ شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔"
اس سے زر خرید ملازم کی طرح پیش آئی تھی اور اس

کے پیشہ وارانہ فرائض میں مخل ہوتی تھی۔ اس روز وہ سہ پہر کو بنگلے پر دو نہایت اہم افراد آئے تھے جو اس کے کاروبار کا بنیادی ستون شمار ہوتے تھے۔ ذرا دیر کے لیے وہ صحن میں رکے تھے' داور ان کی تصویریں بنا رہا تھا۔ جب وہ اچانک اس کے سر پر آ پہنچی تھی۔ اس وقت غفلت کا مطلب تھا اپنے کیے کرائے پر آپ پانی پھیرنا اگر انہیں ذرا بھی بھنک مل جاتی کہ کوئی سامنے والی کھڑکی سے ان کی نگرانی کر رہا ہے تو وہ ہر ثبوت ضائع کر دیتے اسی وجہ سے داور نے سختی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا تھا کیونکہ اس کے سوال جواب ختم ہونے میں ہی نہیں آتے تھے۔ داور کی اس حرکت پر بوا کی آنکھوں سے کئی خوف بیک وقت جھانکنے لگے تھے۔ پر اس نے پروا نہیں کی وہ کسی قسم کا بھی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

بوا نے قدم قدم پر ملازم کی حیثیت سے اس کی توہین کی تھی۔ کئی بار گھر والوں کو غصہ آیا اور انہوں نے داور کی اصل حیثیت بتانی چاہی پر اس نے سختی سے راز داری کی تلقین کی اور اس کے اعتراض پر انیکسی میں منتقل ہو گیا۔ وہ اس کے تمام کام۔ عادت مند ملازم کی طرح کرتا تھا۔

حسان اور داور اندر چلے گئے تھے کچھ دیر بعد ارم بھی چلی گئی۔ بوا خود میں حوصلہ نہیں پا رہی تھی کہ داور کا سامنا کر سکے۔ اقرا آپی ہی اسے زبردستی اندر لے کر آئیں وہ کونے میں پڑے صوفے پر بیٹھ گئی وہ داور کو دیکھ سکتی تھی پر وہ اسے نہیں دیکھ سکتا تھا ہتھیلی کے کٹوروں میں چہرا ٹکائے وہ نامحسوس انداز میں اس کا جائزہ لینے لگی۔ وہ گرے کلر کے کلف لگے کرتہ شلوار میں ملبوس ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے حسان سے گفتگو میں مصروف تھا۔ اقرا آپی اس کے آگے سے اٹھیں تو براہ راست اس کی نگاہوں کی گرفت میں [illegible] انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ بے چینی سی محسوس کرنے لگی تھی۔

"تھوڑی [illegible] ارم کی یہ فرینڈ۔" داور آہستگی سے حسان سے [illegible]

"[illegible] ہیں [illegible]" حسان نے [illegible]

کی۔

"ضدی سی لگتی ہے۔" داور کی نگاہوں نے [illegible] گزشتہ رویہ لے لیا۔

"ہوں۔" حسان نے ہنکارا بھرنے پر اکتفا کیا اور اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اقرا اور صالحہ پہلے ہی جا چکی تھیں ارم کچھ دیر پہلے اٹھ کر گئی تھی۔

"نوکروں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے علاوہ آپ کے کیا مشاغل ہیں۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو شرمندگی کے مارے اس کا سر اور جھک گیا۔

"میں پڑھتی ہوں۔" وہ بمشکل بولی۔

"اچھا۔ اچھا۔" اس نے سر ہلایا۔

"آگے کیا ارادے ہیں آپ کے۔" اس نے پوچھا۔

"یہ حسان بھائی نہیں آئے میں دیکھتی ہوں۔" وہ بہانہ بنا کر باہر نکل آئی دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسی طرح چھوٹے چھوٹے سوال پوچھتا رہے پر شرمندگی کے مارے ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔

ارم کے گھر سے لوٹتے ہوئے واپسی پر اس کا دل ہمیشہ سے زیادہ اداس تھا اس کا سبب وہ جان چکی تھی پرانا فاروق اور موجودہ داور اسے عجیب احساس میں مبتلا کر گیا تھا وہ اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی خود کو بے بس پاتی تھی سارے ہتھیار لڑے بغیر ہی چھوڑ آئی تھی۔

*_*_*

میں نے خواب آنچل میں باندھ لیے
دھنک کی ست رنگ بانہوں میں
سنہری خواہشوں کے کنگن پہن کر
سپنوں کی وہ [illegible]
تیرا ہاتھ تھام

صالحہ نے حسان کی بات [illegible] سجاد انکل کی بیٹی ثانیہ سے طے کر دی تھی۔ حسان بھی خوش تھا ثانیہ اس کی چاہت تھی گھر والے پوچھے بغیر ہی اس کی بات جان گئے تھے۔ ایک ڈیڑھ ماہ کے اندر ہی شادی کا پروگرام تھا ارم کی زبانی اسے تمام حالات کا علم تھا۔ ارم بہت خوش تھی یہ ان کے گھر کی پہلی اور بڑی خوشی

تھی حسان بھائی کی شادی کی تیاریوں میں وہ پیش پیش
تھی۔ فارغ پیریڈز میں وہ پروا ضوفشاں اور حمیرو کے
ساتھ کپڑے جوتے اور جیولری کا تعین کرتی۔
بس آج کل اس کی گفتگو اس قسم کی ہوتی تھی پروا
کو بھی حسان بھائی کی شادی کا اشتیاق تھا وجہ یہ تھی وہ خود
کبھی کسی شادی کی تقریب میں نہیں گئی تھی کوئی
بھائی تھا نہ بہن نہ کوئی رشتہ دار تو ان کے بابا
سائیں کہاں جانے دیتے تھے اسے تو کسی رشتے دار کا
نام تک نہیں معلوم تھا۔ اس لیے یہ فارغ اوقات کی
دلچسپیاں اسے بہت پر جوش بنا رہی تھیں۔
ارم کی زبانی ہی اسے علم ہوا کہ صالحہ آنٹی نے اس
کے لیے چار سوٹ بنائے ہیں اقرا ارم اور پروا تینوں
کے سوٹ انہوں نے خود خریدے تھے۔ پروا تو اتنی
چاہت پر شرمندہ ہوئی جا رہی تھی۔ اس نے سکندر
حیات کو فون کیا اور کہا کہ مجھے بابا سائیں کا فون نمبر دو
تاکہ میں ان سے پوچھ سکوں کہ حسان بھائی کی شادی
میں کیا تحفہ دیا جائے؟ اس سے پہلے کہ وہ نمبر بتاتا
لائن ہی کٹ گئی۔ البتہ دوسرے روز وہ ہوسٹل کے
ویٹنگ روم میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔
"السلام علیکم بی بی سائیں۔" اس کی آمد پر وہ ہاتھ جوڑ کر
اٹھا۔
"میں تم سے بابا سائیں کا نمبر پوچھ رہی تھی کہ لائن
ہی ڈس کنیکٹ ہو گئی۔" اس نے بتایا۔
"بی بی سائیں وہ امریکہ سے ہالینڈ چلے گئے ہیں کل
خود ہی ان کا فون آیا۔ مجھے موقع ہی نہیں ملا کہ ان کا
نمبر پوچھتا ہاں انہوں نے کہا کہ حسان سائیں کی شادی
پر کوئی اچھا سا تحفہ دے دینا یہ میں رقم ساتھ لایا
ہوں۔" حیات نے موٹا سا خاکی لفافہ اس کی طرف
بڑھایا۔
پروا نے کھول کر دیکھا اندر ہزار ہزار کے نوٹوں کی
[illegible]
"بی بی سائیں وڈے سائیں کہہ رہے تھے کہ آپ
دل کھول کے [illegible] سائیں کے پاس رکھیں۔"
حیات نے مزید بتایا تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے
لگیں۔

اقرا آپی اور ارم کے ساتھ مل کر اس نے حسان
بھائی اور ثانیہ بھابھی کے لیے تحفے خریدے حسان بھائی
کے لیے اس نے ہیرے کی قیمتی سی ٹائی پن خریدی
اور ثانیہ بھابھی کے لیے قیمتی نگینوں والا سونے کا
بریسلٹ لیا۔ ساجد انکل اور صالحہ آنٹی ناراض
ہو رہے تھے کہ تمہیں ضرورت کیا تھی اتنے قیمتی
گفٹس لینے کی، حسان بھائی بھی خفا ہو رہے تھے۔ اس
نے شادی میں شرکت نہ کرنے کی دھمکی دے کر
انہیں منا لیا تھا۔ پروا نے ارم اور آپی کے لیے بھی
ایک ایک فیشن ایبل بوتیک سے سوٹ لیے تھے۔ وہ سب
اس کے بے غرض خلوص کے آگے شرمندہ ہوتے
جا رہے تھے۔
حسان بھائی کی شادی سے ایک ہفتہ قبل پروا نے
کالج سے چھٹی لے لی ارم تو پہلے ہی چھٹیوں پر تھی۔
شام کو ضوفشاں اور حمیرا بھی آجاتیں تو خوب رنگ
جمتا۔ پروا نے ثانیہ بھابھی کی مایوں پر انہیں پہلی بار
دیکھا۔ شرمیلی اور دلکش سی ثانیہ بھابھی اسے بہت
اچھی لگی تھیں۔ ویسے وہ شکل سے حسان بھائی کے
ساتھ وہ خوب سوٹ کر رہی تھیں لگ رہا تھا کہ دونوں
ایک دوسرے کے لیے ہی بنائے گئے ہیں۔
جس روز لڑکے والے مہندی لے کر آ رہے تھے
ہارون وغیرہ نے دوستوں کے ساتھ مل کر موسیقی کا
پروگرام ارینج کیا۔ اتنے مہمان آئے تھے کہ ہر طرف
لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آ رہا تھا۔ ساجد
صاحب کا وسیع حلقہ احباب تھا پھر لڑکی والوں کے
ساتھ آئے ہوئے مہمان بھی تھے صالحہ کے رشتہ دار
تھے۔ اقرا، ہارون، ارم اور حسان کے دوست تھے۔
مہمانوں کی زیادہ تعداد کے پیش نظر ساتھ والا بنگلہ بھی
کرائے پر بک کرا لیا گیا تھا۔ حالانکہ اقرا نے کہا تھا کہ
کسی اچھے سے ہوٹل میں تمام فنکشنز کر لیتے ہیں۔
ساجد اور صالحہ پرانے وقتوں کے لوگ تھے پھر حسان
کے ددھیالی دادا اس کے حق میں نہیں تھے کہ شادی
ہوٹل میں ہو اس لیے تمام تقریبات کا اہتمام گھر پر ہی
کیا گیا تھا۔ دوسرے بنگلے کی وجہ سے خاصی سہولت
ہو گئی تھی۔ اس طرف کا لان ہی اتنا بڑا تھا کہ تمام

مہمان سا سکتے تھے۔ اس لیے باہر دوستوں اور کزنز کے ساتھ ہی دو صحن آرائشی اسٹیج بنایا گیا تھا۔

ارم اور اقرا تو پہچانی ہی نہیں جا رہی تھیں۔ دونوں عام حالت میں بھی اچھی لگتی تھیں آج تو اور بھی غضب ڈھا رہی تھیں۔ پروا نے بوتل گرین لانگ شرٹ اور ہر رنگ کا مدار شرارہ پہنا ہوا تھا۔ ارم کا بھی یہی ڈیزائن تھا بس اس کے کپڑوں کا رنگ مختلف تھا۔ اقرا آپی نے فل سلیوز والا پورا بلاوز اور ریڈ کلر کی ساڑھی باندھی تھی۔ آج انہوں نے بال کھلے چھوڑ کر موتیے کے گجرے پہنے ہوئے تھے۔ کندن کے بھاری سیٹ اور ہلکے ہلکے میک اپ میں وہ بہت دلربا لگ رہی تھیں۔ پروا نے بے اختیار ان کا گال چوما تو وہ جھینپ سی گئیں۔ سرخ سرخ سی اقرا آپی اس سے اتنی بہت اچھی لگیں اور اس کے دل سے آواز ابھری کاش میرا کوئی بھائی ہوتا تو میں آپی کو بھابی بنا لیتی۔

لڑکی والوں کی آمد پر گلاب کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ پھر پروا نے دیکھا کہ وہ دشمن جاں داور بھی آیا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ایک گریس فل سی خاتون اور دو پیاری پیاری لڑکیاں بھی تھیں۔ ارم اور سالے انہیں خصوصی توجہ دے رہی تھیں۔ پروا از خود جان گئی کہ یہ خاتون داور کی امی اور لڑکیاں اس کی بہنیں ہیں۔

شاہ گل ارم کے ساتھ ساتھ رہی پروا نے عادت کے مطابق اس سے بہت کم بات چیت کی۔ نئے ملنے جلنے والوں سے وہ آہستہ آہستہ ہی بے تکلف ہوتی تھی جبکہ ارم میں یہ خوبی تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں ہی بے تکلف ہو جاتی تھی۔ داور کی بہنوں سے وہ ویسے بھی فری تھی۔ صدف اقرا کے ساتھ تھی جبکہ شاہ گل نے ارم کو گھیرا ہوا تھا۔ پروا ایک دم خود کو تنہا تنہا محسوس کرنے لگی۔ ضوفشاں اور حمیرا ابھی تو ابھی تک نہیں پہنچی تھیں۔

وہ سوئمنگ پول کے پاس کھڑی ہو کر جلتی بجھتی روشنیوں کا رقص دیکھنے لگی۔ جب آہستگی سے کوئی اس کے نزدیک آ کر کھڑا ہوا تو مڑی یہ داور تھا۔ اسے حیرت ہوئی وہ یہاں کیوں آیا ہے۔

"آپ اکیلی یہاں کیا کر رہی ہیں۔" وہ اس کے گل مکھڑے کو نگاہوں کی گرفت میں لیتے ہوئے بولا تو پروا کو اس کے حوالے سے تمام بے بسی اور بے کلی یاد آ گئی۔ جس کا وہ پل پل مقابلہ کرتی رہی تھی۔ تب ہی تو وہ اکھڑے اکھڑے انداز میں بولی تھی۔

"میری مرضی میں اکیلی کچھ کروں یا دوسروں کے ساتھ مل کر۔" سے یوں لگا جیسے وہ مسکرایا ہو۔

"ابھی تک وہ شاہانہ خو نہیں گئی۔" وہ اسے چھیڑ بیٹھا تو وہ خاموش ہی رہی۔

"دیکھیں آپ جائیں یہاں سے۔" داور کو اس کے انداز سے حیرت سی ہوئی وہ بہت بدلی بدلی لگ رہی تھی۔

"کوئی حکم نہیں دیں گی کوئی آرڈر نہیں جاری کریں گی۔" وہ شرارت سے بولا تو وہ مخطوظ ہوئی تھی۔

"مانا کہ میں کچھ کم عقل ہوں پر میں ہر کسی پر حکم چلانے کی اجازت نہیں دوں گی میں آپ کو کیوں حکم دینے لگی آپ میرے ابا کے ملازم نہیں ہیں۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔

"پر اگر کوئی یہ چاہے کہ آپ پہلے کی طرح اسے حکم دیں تو پھر۔" داور کا لہجہ بدل گیا تھا۔

"لیکن کیوں۔" وہ پہلی بار بوکھلائی۔

"بتا دوں۔" وہ بولا تو پروا عجیب سا محسوس کرنے لگی۔

"آپ ایسی مشکل میں مجھے ڈال گئی ہیں کہ نکلنے کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی۔" وہ بے بسی سے بالوں میں ہاتھ مارتے ہوئے بولا تو پروا حیران رہ گئی۔ نہ جانے کیوں وہ وہاں سے بھاگ گئی۔

حسان کی سالیاں اسے مہندی لگا کر بیٹھیں تو پروا اور ارم آگے بڑھیں۔ پہلے ارم نے بھائی کا منہ میٹھا کیا۔ مہندی لگائی اور بڑی رقم نکلوائی۔ پروا نے ایک ساتھ تین لڈو شرارت سے حسان بھائی کے منہ میں ٹھونس دیے وہ احتجاج کرنا چاہتے تھے لیکن ان سے بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔ لڈوؤں کے تھال کی طرف پروا کا دوبارہ بڑھتا ہاتھ داور نے عین کلائی سے تھام لیا تھا۔

"ہم بھی آپ کے حسان بھائی کے پیچھے لگتے ہیں

کچھ نظرِ کرم ادھر بھی۔" وہ اسی طرح اس کی کلائی پکڑے پکڑے بولا۔ پیچھے سے حسان کے بے تکلف دوست نے اس بچی داری پر داور کی پیٹھ ٹھونکی۔ "شاباش پولیس کی گارڈ کروگی یہاں بھی نظر تو چاہیے۔"

"بھئی پروا اور بھائی کو لڈو کھلا کے جان چھڑاؤ۔" ارم اس کی روہانسی صورت دیکھتے ہوئے بولی۔

"خوب پریوں نے زمین پر اب لڈو کھلانے کی ڈیوٹی سنبھال لی ہے۔" کوئی منچلا بولا تو ایک قہقہہ پڑا۔ پروا نے ناچار تھال سے لڈو اٹھا کر داور کے منہ کی طرف بڑھایا پیچھے سے ارم کی کزنز نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لڈو داور کے منہ میں ٹھونسنے چاہے پر وہ پہلے سے ہی ہوشیار تھا بچ گیا البتہ حسان کی خوب درگت بنی لڑکی والوں کو بھی انہوں نے خوب تنگ کیا۔

پروا سب سے زیادہ خوش تھی اسے علم ہی نہیں تھا کہ زندگی اتنی رنگین اور بے فکر بھی ہو سکتی ہے یوں لگ رہا تھا کہ دنیا میں ہر سو بس خوشی ہی خوشی ہے۔ قدرت نے اس کے ارد گرد خوشیوں اور آسودگیوں کا ہالہ سا تان دیا ہے جہاں سے کوئی غم اسے چھو بھی نہیں سکے گا۔

پروا کو احساس ہوا کہ وہ کسی کی گرم نگاہوں کے حصار میں ہے نظریں اٹھانے پہ وہ دھک سے رہ گئی داور بڑی وارفتگی سے اسے دیکھے جا رہا تھا سامنے ہی تو وہ تھا پروا نے رخ موڑ لیا پر بے سود وہ ہر زاویے سے اس کے سامنے تھی۔

پروا اٹھ کر پیچھے چلی گئی جہاں سے داور اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

*_*_*

زمیں سے افق تک
ازل سے ابد تک
جاں سے سانس تک
آس سے یاس تک
ہجر سے وصل تک
خواب سے اصل تک
میں نے خواب دیکھے ہیں
میں نے خواب دیکھے ہیں

حسان کے ولیمے کے روز وہ کمرے میں مٹھائی کے ڈبے رکھتے جا رہی تھی کہ دروازے پر داور نے روک لیا اسے کسی کا خوف نہ تھا کہ کوئی بھی ادھر آسکتا ہے۔

"مجھ سے اتنا چھپ کیوں رہی ہیں مت میرے اوپر یوں ظلم ڈھائیں۔" لمبا چوڑا سا داور اس وقت بہت بے بس لگ رہا تھا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے آپ سے چھپنے کی میں کوئی چور ہوں۔" وہ جھنک کر بولی۔

"چور ہی تو ہو تم پوری میری نیندیں میرا چین تک چرا لیا ہے اب انجان بن رہی ہو کیا میری زبان سے سننا چاہتی ہو کہ داور علی تمہاری محبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔" اس نے صاف صاف کہہ ڈالا پروا کی نگاہیں جھک گئیں۔

"پلیز چھوڑیں تو کوئی" داور نے کمال بہادری سے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنی طرف موڑا تو پروا کو گویا کرنٹ سا لگا۔

"چھوڑیں مجھے" اس نے داور کے ہاتھ اپنے شانے سے ہٹانے چاہے۔

"کیوں نہیں پہلے مجھے بتاؤ میں تمہیں کیسا لگتا ہوں۔" وہ ضدی لہجے میں بولا۔

"آپ مجھے اچھے لگتے ہیں۔" اس نے کسی کے آجانے کے خوف سے جلدی سے کہہ ڈالا۔ "صرف اچھا" داور نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نظریں نہ اٹھا پائی اس کے ماتھے پہ پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنے لگے تھے۔ داور کو جواب مل گیا تھا اسے بھرپور نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے شانوں سے ہاتھ ہٹا لیے تمام مراحل ایک پل میں طے ہو گئے تھے۔

عمری رو سکے
پلکوں کی کناروں سے کہہ دے
[illegible]
انہی سے ہنسنے کے
پلوں آنکھوں سے
[illegible] بے حساب
[illegible]

*_*_*

ماسی خیرن نے اسے بتایا کہ آپ کا ملاقاتی آیا ہے۔ پروا کو خیال آیا کہ حیات ہوگا شاید بابا سائیں کا کوئی پیغام لایا ہو' پاؤں میں جوتے پھنساتے ہوئے دوپٹہ ہاتھوں میں لیے اس نے وزیٹرز روم کی طرف دوڑ لگائی داور کمرے کے درمیان میں کھڑا تھا وہ پوری رفتاری سے بھاگتی آئی تھی۔ حیات کی جگہ اسے دیکھ کر وہ اس حلیے میں شرمندہ سی لگ رہی تھی۔ ہاتھوں میں دوپٹہ اور آگے جوتے پہنے ہوئے پھولی پھولی سانسوں سمیت داور کو وہ بچی لگی تھی اور تنگ سی لگ رہی تھی۔

"تو بیہ اتنی بے قراری ویسے اپنے لیے مجھے یہ بے قراری اچھی لگی ہے۔" وہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوا بولا۔

"کیوں آئے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"تمہیں دیکھنے۔" وہ ہنس بولا۔

"سنو کل ڈھائی بجے تیار رہنا میں تمہیں لینے آؤں گا۔"

"کیوں۔" وہ دوقدم پیچھے ہٹ کر بولی۔

"بابا سے باتیں کروں گا' اچھی طرح دیکھوں گا اتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں دل میں اتارے۔" وہ کمرے کے بیچ میں بولا۔ پروا کا رنگ سرخ ہو گیا۔

"پروا رانی۔" وہ کمزور لہجے میں بولی۔

"ان سے بھی اجازت لے لوں گا اگر انہوں نے کل تمہیں روکا یا پوچھ پچھ کی تو بات کرنا۔"

"آپ یہیں بات کرلیں یہاں کوئی نہیں ہے۔" وہ رخ موڑے بولی۔

"یہاں نہیں کرسکتا ناں۔" وہ زچ ہو گیا۔

"بہرحال کل تیار رہنا میں ڈھائی بجے آؤں گا۔" وہ اسے بائے بائے کر کے چلا گیا۔ کوئی اندر سے کہہ رہا تھا یہ سب تخیلیہ میں ہے۔ دل نے ساری ہدایات لو ہیں بہت وہاں نہیں تھا ابھی تو اس نے سپنوں کی دہلیز پر پہلا قدم دھرا تھا۔

*_*_*

دوسرے روز وہ ٹھیک وقت پر اسے لینے آیا وہ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ رخ موڑے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی داور چند منٹ تو خاموش رہا پھر درختوں سے گھری خالی سڑک پر گاڑی روک دی۔

"اگر ایسی ہی بے اختیاری تھی تو منع کر دیتیں میں تمہیں لینے نہیں آتا۔" وہ رخ موڑے بیٹھی پروا کی طرف تھا وہ خاموش رہی تو داور نے گاڑی واپس موڑ لی اور اسے ہوسٹل کے گیٹ پر اتار کر چلا گیا اب پروا کو احساس ہوا کہ اس نے داور کو ناراض کر دیا ہے۔

یونہی دو تین دن گزرے تو یہ احساس اور بھی بڑھ گیا ارم بھی کالج نہیں آ رہی تھی اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ وہ داور سے رابطہ کر کے اس کی ناراضگی دور کرتی۔ ارم سے اپنے احساسات شیئر کرنا اسے مناسب نہیں لگا تھا۔ میرا اور نسو فشاں سے بات کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ کیا کرے اسی سوچ نے اسے اداس کر دیا۔

ادھر داور پروا کی اس بے اختیاری پر سخت برہم تھا وہ اسے اتنا غلط تو نہیں سمجھتی تھی جیسے وہ اسے کہہ گیا۔ کاش تب ہی تو رخ موڑ کر بیٹھی تھی۔ وہ اس سے ناراض تھا۔ اس ناراضگی میں وہ نئی بی ڈی بی ڈی اور ڈی ایس پی کے ساتھ ہونے والی میٹنگ میں بھی ذہنی طور پر غیر حاضر رہا تھا۔ داور نے اپنے فیصلے ریکارڈ بھی کچھ کھلے انداز میں پیش کیا تو آفیسرز چونک گئے۔

"یہیں ہوناں تھک گئے ہو ابھی سے۔" ڈی آئی جی طاہر بیگ نے شگفتہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو وہ الرٹ ہو گیا۔

"نہیں سر ایسی کوئی بات نہیں ہے بس کچھ نجی گھریلو مسائل ہیں۔" اس نے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ کچھ دنوں کے لیے چھٹی کر لو ہم سے تم مسلسل مختلف کیسز پر کام کر رہے ہو اسپیشل پولیس فورس کی ڈیوٹیز بھی خاصی تھکا دینے والی ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے ذہن پر بہت زیادہ بوجھ ہے۔ چھٹی کرو اور کچھ روز کے لیے سرکاری مصروفیت بھول جاؤ۔"

ڈی آئی جی صاحب مرزا نے ہمدردانہ نگاہوں

اسے دیکھا تو آئی جی اور ڈی ایس پی نے بھی ان کی تائید کی یوں اسے چھٹی مل گئی پر اس فارغ وقت میں وہ اور بھی شدت سے یاد آنے لگی وہ حسان کی طرف چلا گیا کہ شاید وہ آئی ہو مگر وہ وہاں نہیں تھی ارم بھی اپنی پھپھو کی طرف گئی ہوئی تھی۔ وہ بجھے بجھے دل سے لوٹ آیا پہلا تجربہ ہی تلخ ثابت ہوا تھا کوئی لڑکی اسے اس حد تک اچھی نہیں لگی تھی یہاں تک کہ وڈیرا جلال لوار کی بیٹی بھی جسے اس کا سوپ کے بدلے نکاح ہوا تھا اس لڑکی نے اس کے اندر کوئی جذبہ نہیں جگایا تھا کوئی آگ نہیں بھڑکائی تھی بلکہ وہ تو سب کچھ فراموش کر کے پروا کی طرف بڑھا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا انجام خطرناک ہو گا اگر وڈیرے کے کارندوں کو خبر ہو جاتی کہ وہ کیا سوچ رہا ہے تو وڈیرا پہلے اس کی موت کے آرڈرز جاری کرتا وہ ایک خطرناک آگ میں کود پڑا تھا یہ تو طے تھا جو بھی اس آگ کے نزدیک آتا اسے لازمی طور پر جل جانا تھا۔

شروع شروع میں پروا کا حاکمانہ رویہ اسے بہت برا لگتا تھا اور ایک دن پھر اس نے جب اس کے کمرے میں آکر اسے جگایا تو داور کو علم ہوا کہ وہ بہت معصوم لڑکی ہے۔ اس میں عام لڑکیوں والی چالاکی اور ہوشیاری نہیں تھی جس طرح سے وہ اسے حکم دیتی تھی ایسے تو وہ اپنے ماتحتوں کو بھی نہیں دیتا تھا۔ اسے علم تھا کہ وہ اسے خطرناک اور پراسرار تو بھی سمجھتی ہے۔ اس کی تمام جاسوسیوں کی اسے خبر تھی جان کر اس کے منہ سے ذومعنی فقرے پھسل جاتے اور جب وہ اس کی جرات پر غصہ ہوتی بھڑک اٹھتی تو داور کو بڑا لطف آتا۔

اس دن پھر جب وہ کھڑکی میں کھڑا تھا تو وہ اچانک ہی آگئی تھی۔ داور کی اس حرکت پر اس کی آنکھوں سے پہلی بار خوف جھانکا تھا" بے اختیاری لہرائی تھی اور چہرے پر [illegible] جہاں اتر آئی تھی تو داور کا جی بے اختیار چاہا کہ [illegible] اصل بات بتائے اس [illegible] کا ایسا [illegible] جب بتائے گا تو عقل آڑے آئی تھی [illegible] ہوئی تھی۔ [illegible] اس کی سوچ [illegible]

قابض رہی تھی اور جب سڑک پر داور کا اس سے سامنا ہوا تو اس کی حیرت دیکھ کر وہ بہت محظوظ ہوا پھر حسان نے اس کی اصلیت کا بتایا تو وہ کتنی شرمندہ ہوئی تھی اور جب داور کے کھلے اظہار پر اس کی پلکیں جھکی تھیں تو اس کا دل کتنا بے ایمان ہو گیا تھا۔

*_*_*

ارم پورے ایک ہفتے بعد آئی تھی پروا کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔ اترا اترا چہرہ اور مرجھائی رنگت یہ پہلے والی پروا تو نہیں لگ رہی تھی۔ ارم اسے ساتھ لے آئی تھی جہاں اس کے کمرے سے پروا نے داور کے ذاتی گھریلو اور آفس کے فون نمبر نوٹ کر لیے تھے کسی حد تک اس کی تسلی ہو گئی تھی اب اسے فون کرنے کا مسئلہ تھا۔

دوسرے روز اس نے کلرک کے آفس سے اس کے گھر فون کیا تو کسی عورت نے اٹھایا اس نے بند کر دیا اس وقت تو یقیناً" وہ اپنے آفس میں ہوتا ہو گا اس سوچ کے تحت اس نے داور کے آفس کا نمبر ڈائل کیا جو سب انسپکٹر خالد ورالی نے ریسیو کیا اس نے بتایا کہ ایس پی داور زکی چھٹیوں پر ہیں۔ کلرک اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کیونکہ پروا کے چہرے سے پریشانی صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ تیسری بار اس نے داور کا ذاتی نمبر ڈائل کیا اس نے ہی ریسیو کیا۔

"ہیلو داور زکی اسپیکنگ۔" وہ اپنے مخصوص رعب دار لہجے میں بولا۔

"ہیلو میں پروا بول رہی ہوں۔" دوسری طرف اس کی آواز سنتے ہی پروا کا لہجہ بھرا گیا تھا۔ داور نے لائن منقطع کر دی وہ بھی کچھ کم انا پرست نہیں تھا دوسرے روز پھر پروا نے فون کیا مگر کال فون کی گھنٹی بج رہی تھی پر کوئی اسے فون نہیں کر رہا تھا وہ سمجھ گئی کہ وہ جان کر ایسا کر رہا ہے پر اس نے کوئی قیامت تو نہیں ڈھا دی تھی جو وہ یوں ری ایکٹ کر رہا تھا۔ پروا اس کی ناراضگی سے بے حال سے پریشان ہو گئی تھی کیونکہ وہ بہت اور کہاں سے۔ ناتی فون بھی نہیں کر سکتی تھی کلرک نے [illegible] اسے مشکوک نظروں سے دیکھتا تھا۔

اس روز صبح ارم نے اسے بتایا تھا داور بھائی کی

فیملی ان کے گھر ڈنر پر انوائیٹڈ ہے۔ اس نے خود ہی ارم سے کہا کہ وہ اس کے گھر جائے گی ارم خوش ہو گئی تھی۔ فائنہ کافی روز میکے رہنے کے بعد آئی تھی اس نے بھی پروا کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

وہ لوگ آ گئے تھے پروا ساری شام اقراء کے ہمراہ کچن میں گھسی رہی تھی۔ نئی چھوٹے موٹے کاموں میں تجربہ اور مہارت نہ ہوتے ہوئے بھی حتی الامکان ان کی مدد کروانے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے کہ رزلٹ اچھا نہیں رہا تھا پر اقراء نے اس کی دل شکنی کے خوف سے اسے روکا نہیں تھا بعد میں انہوں نے زبردستی اسے کچن سے نکالا اور کہا کہ ڈرائنگ روم میں مہمانوں کے پاس جاؤ' وہ مرے مرے قدموں سے اندر آئی تھی۔

شادی کے ہنگامے میں ماہ گل اور شاد گل اچھی طرح اس کا جائزہ نہ لے سکی تھیں۔ پھر پروا نے خود بھی بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ماہ گل اور شاد گل نے آج اسے غور سے دیکھا تھا انہیں وہ بہت اچھی لگی تھی۔ دونوں نے اسے اپنے درمیان بٹھا لیا تھا۔ داور پر ابھی تک اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔ اس نے اچھی طرح اس کا جائزہ لے ڈالا تھا لگ رہا تھا کہ اس کی ناراضگی نے بہت برا اثر ڈالا ہے کیونکہ پہلے کی نسبت وہ کھلی کھلی نہیں لگ رہی تھی۔

دونوں ماں بیٹی کو کھوئی کھوئی سادہ سی پروا بہت اچھی لگی تھی۔ پروا کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ آئی اسے رونا آ رہا تھا آنسو چھپانے کے لیے وہ چھت پہ چلی آئی داور بھی بہانہ بنا کر اٹھ آیا۔ اسے معلوم تھا وہ چھت پر ہی ہوگی اور واقعی وہ وہیں تھی آہٹ سے وہ جان گئی تھی کہ وہی ہوگا۔ آنسوؤں کے ریلے پر اس نے بمشکل بند باندھا وہ آگے بڑھ آیا تھا۔ پروا پیچھے جانا چاہتی تھی آگے وہ چٹان کی طرح ایستادہ تھا وہی خوف اس پہ حملہ آور ہوا کہ [illegible] آ گیا تو ۔۔۔ وہ سہم سی گئی۔

"آگے سے ہٹیں مجھے جانے دیں۔" اس نے آنکھوں کو زور زور سے رگڑا وہ آگے سے ہٹ گیا۔

"اس خوشی میں بھی [illegible] تاکہ میں تمہیں دیکھنے چلا آیا ہوں۔" داور کی [illegible] آواز اس نے اپنے پیچھے ہٹی تو کسی کے اوپر گر جانے کا خوف اس کے اندر ہی کہیں کنڈلی مار کر بیٹھ گیا وہ پلٹ آئی۔

"کیوں مجھے سزا دے رہے ہیں۔ کتنی بار مشکل سے آپ کا نمبر ملایا پر آپ تو میری آواز سنتے ہی فون بند کر دیتے تھے معاف کر دیں مجھ سے ناراض مت ہوں یہ میری برداشت سے باہر ہے۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیے لہجہ بھر آیا داور کو ترس آ گیا۔

"اگر میری ناراضگی برداشت نہیں کر سکتیں تو مجھے ناراض کرنے والی بات کیوں کرتی ہو۔"

"سوری آئندہ نہیں کروں گی۔" وہ جلدی سے بولی۔

"وعدہ۔" داور نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا تو وہ بولی۔

"وعدہ۔"

"ابھی تو کہہ رہی تھیں کہ ناراض کرنے والی بات نہیں کروں گی پر اتنی جلدی ہی اپنی بات کو جھٹلا دیا۔"

"کیا کیا ہے میں نے۔" وہ پریشان ہو گئی۔

"اب تم میرا دماغ خراب کر رہی ہو۔" وہ آہستہ سے بولا تو وہ ابھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی داور کی آنکھوں میں شرارت رقصاں تھی۔

"میں جاؤں۔" وہ ہاتھ موڑ رہی تھی۔

"ابھی تسلی میری اب نہیں ہوئی ہے۔" داور کا لہجہ بھاری ہو گیا تو وہ گھبرا گئی۔

"نیچے سب مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے پلیز مجھے جانے دیں۔" وہ لجاجت سے بولی تو وہ آگے سے ہٹ گیا' جاتے جاتے اس نے پروا کو یاد دلایا کہ کل وہ اسے لینے آ رہا ہے۔

--*

دوسرے روز وہ اسے لے گیا تھا۔ راستے میں اس نے بتایا کہ وہ اسے گھر لے جا رہا ہے۔ ماما اور شاد گل سے ملوانے۔

"مگر میں کل ہی تو ان سے ملی ہوں۔" وہ گھبرا گئی تھی۔

"کل کسی اور طریقے سے ملی تھیں آج کسی اور طریقے سے ملواؤں گا۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا تو وہ

رہی تھی کہ کاش آج داور اسے گھر نہ لے جائے مگر اس کی دعا میں اثر نہیں تھا جب ہی تو اس وقت اس کے ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی۔ داور اپنی ممی اور بہن کو بلانے گیا ہوا تھا۔ وہ دونوں کچھ دیر پہلے ہی صدف کی طرف گئی تھیں اس کے گھر تیسرے بچے کی ولادت آج ہی متوقع تھی اکرم نے اسے بتایا تھا کہ بیگم صاحبہ کا حکم ہے آپ بھی کل کلاں تشریف لے آئیں۔ اس نے یہ سب جب پروا کو بتایا تو وہ بھی جھجکی تھی۔ اتنی جلدی وہ اس کی ممی اور بہن کا سامنا اس حیثیت میں نہیں کر سکتی تھی۔

داور نے اسے پورا گھر دکھایا اور آخر میں اپنے بیڈروم میں لے آیا۔

"تم بیٹھو میں ملازم کو آرڈر دے کر آتا ہوں مہمان کی خاطر مدارات کے لیے کچھ تیار کرے اتنی اہم مہمان آئی ہے۔ تم تب تک موسیقی سے دل بہلاؤ۔" اس نے سامنے پڑے ڈیک کی طرف اشارہ کیا اور چلا گیا وہ کمرے کا جائزہ لینے لگی اتنے میں وہ لوٹ آیا۔

"ارے میں نے کہا تھا کہ موسیقی سے دل بہلاؤ تم۔"

وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کتنا اچھا لگ رہا ہے ناں یوں بس میں اور تم ہیں، تم کچھ بولو تو میں ترس گیا ہوں تمہاری زبان سے کوئی پیار بھری بات سننے کے لیے۔"

"میں کیا بات کروں۔" وہ کارپٹ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اچھا میری طرف دیکھ ہی لو اتنی بری شکل نہیں ہے میری۔" وہ اٹھ کر اس کے برابر بیٹھ گیا۔

"اچھا میری دلہن بنو گی۔" اس نے ایک مشکل سوال کر دیا پروا کی نظریں پیر کے ناخنوں پر ٹک گئیں۔

"پری کیوں میرا امتحان لے رہی ہو کیوں میرے صبر کو آزما رہی ہو۔" وہ جھنجلا گیا۔

"میں ممی سے بات کروں گا پھر وہ تمہارے گھر آئیں گی تمہارے والدین سے بات کرنے کیونکہ مجھے نہیں لگتا تمہیں کوئی [illegible] میرے پاس میری [illegible] کیا تو وہ کسی خواب سے

چونکی یہ وہ کیا کہہ رہا تھا بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ بابا سائیں اس کی جلد شادی کی فکر میں تھے اور یہ داور اسے کون سی دنیا میں لے جا رہا تھا جہاں سے واپسی کا راستہ نہیں تھا یہ انجانے میں وہ کیا کر بیٹھی تھی۔ کیوں اسے سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی حوصلے دلاتے تھے کہ وہ اس کی ہمراہی کے خواب دیکھنے لگا تھا۔

اس کا موڈ اچانک بدل گیا تھا داور بھی حیران تھا کہ یکایک وہ سو کیوں ہو گئی ہے۔

"پری میری محبت کا اظہار میرا والہانہ پن تم سے برداشت نہیں ہوتا ہے ناں اس لیے گھبرا جاتی ہو پر کیا کیا جائے تمہیں اس پاگل سے داور کے ساتھ ہی گزارا کرنا ہوگا کیوں منظور ہے ناں۔" اس نے جھٹ نتیجہ بھی اخذ کر ڈالا تھا اور اظہار بھی کر دیا تھا۔

"میں جا رہی ہوں۔" وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

"یار تم تو ناراض کر گئی ہو چلو آئندہ ایسی باتیں نہیں کروں گا۔" وہ معصوم سی شکل بنا کر بولا تو پروا کا دل پگھل گیا ایسی شدت اس نے کہاں دیکھی تھی۔

*_*_*

رات اس نے بابا سائیں کو خواب میں دیکھا تھا وہ ایک پنجرے میں بند ہیں اور پنجرے کے باہر لاتعداد گدھ منڈلا رہے ہیں۔ وہ بے چینی سے وسوسوں میں گھر گئی تھی۔ صبح سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ چھٹی کی درخواست بھیجی اور حیات کو فون کیا کہ وہ آ رہی ہے۔ وہ اس کی اس طرح آمد پر حیران تھا۔ پروا نے سارا خواب اسے سنایا تو وہ اسے تسلی دینے لگا۔ ویسے یہ بات بھی تھی کہ حیات سے ملنے کے بعد وہ ذرا بہل گئی تھی کیونکہ حیات بچپن سے اس حویلی میں پلا بڑھا تھا، وڈیرا سائیں کا وہ چہیتا تھا۔ سنا تھا کہ اس کے والدین خاندانی دشمنی میں مارے گئے تھے بابا سائیں ترس کھا کر اسے ساتھ لے آئے تھے وہ سات سال کا تھا جب حویلی آیا تھا اب تو اسے چوبیس سال حویلی کے گرم و سرد سہتے ہوئے ہو گئے تھے۔

وہ وڈیرا سائیں کے جرائم میں بھی شریک نہیں ہوا اس کی حیثیت ایک ملازم سے [illegible] حویلی کے معاملات

سی تھی۔ چگل نواز اس پہ بہت اعتبار کرتا تھا اس کی غیر موجودگی میں حیات ہی حویلی کے جملہ اختیارات کا مالک ہوتا پر وا بھی اس کی حیثیت سے واقف تھی سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ حیات کو عورت ذات سے دلچسپی نہیں تھی حالانکہ حویلی کے تمام ملازم اور حیات کے دوست کسی نہ کسی حیثیت سے عورتوں سے وابستہ تھے۔

حیات کی عمر اٹھائیس بتیس سال کے قریب ہو گئی تھی پر اس نے ابھی تک شادی کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ چگل نواز نے کتنی بار کہا تھا جس لڑکی کی طرف اشارہ کرو گے وہ تمہاری ہو جائے گی۔ اس نے شائستگی سے ان کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا۔ پروا کا خیال تھا کہ وہ محبت میں ناکامی کا زخم کھائے ہوئے ہے۔

*_*_*

"ممی میرا خیال ہے کہ ساجد انکل کے گھر جا کر بات پکی کر آتے ہیں۔" صدف اور شاہ گل نے رائے دی۔

"ٹھیک ہے کل چلتے ہیں مجھے تو اس لڑکے نے عاجز کر رکھا ہے۔" شاہ گل بولیں۔

"ممی ارم کی دوست دیکھی تھی آپ نے، کتنی پیاری ہے۔" شاہ گل بولی تو وہ سوچوں میں کھو گئیں۔

"ہاں مجھے وہ بچی بڑی اچھی لگی ہے پر ہم اشارے کنائے میں اقرا کے لیے نہ کہہ چکے ہوتے تو یقیناً میں اسے ہی دارو کے لیے چنتی۔" انہوں نے ٹھنڈی سانس بھری۔

دوسرے روز وہ ساجد صاحب کے گھر چلی گئیں اور باقاعدہ طور پر اقرا کو بہو بنانے کی خواہش کا اظہار کیا صالحہ نے رسمی طور پر سوچنے کی اجازت مانگی۔ آکر انہوں نے دلاور کو بتایا تو وہ غصے سے اکھڑ گیا۔

"مجھ سے پوچھ نہیں سکتی تھیں آپ ممی، نہیں کیا کرنا مجھے۔" وہ بالکل ہی آؤٹ ہو گیا۔

"خدا کرے تمہارے دشمن، کیوں بدفالیں منہ سے نکال رہے ہو۔" شاہ گل بولیں۔

"مما، ممانے آپ نے [illegible]" اس نے دیوار پر ٹھوکار اور باہر نکل گیا۔

"آپی میرا خیال ہے کہ بھائی کسی اور سے کمٹمنٹ کر چکے ہیں تب ہی اتنا غصہ آیا ہوا کیا ہوگا۔" وہ پریشان ہو گئی۔ صدف کے چہرے پہ سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

دوسرے روز صالحہ کا فون آیا کہ ہمیں رشتہ منظور ہے۔ شاہ گل نے شوہر کو تمام حال بتائی تو انہوں نے کہا کہ اب ہم زبان دے چکے ہیں جا کر رسم کر آئیں۔ وہ خاندان کی دوسری عورتوں کے ساتھ صالحہ کے گھر چلی گئیں۔

*_*_*

حیات آج دلاور سے فائنل بات چیت کرنے آیا تھا۔ وڈیرا اسامیں کا پیغام اسے علی نواز کے توسط سے ملا تھا۔ دلاور گھر پہ نہیں تھا البتہ ان کی ادھیڑ عمر ملازمہ نے بتایا کہ وہ دلاور کے سسرال رسم کرنے گئی ہیں۔ وہ الٹے قدموں لوٹا تھا۔ لینڈ کروزر اتنی تیز رفتاری سے چل رہی تھی کہ کئی دفعہ اس کی ٹکر ہوتے ہوتے بچی تھی۔ کل وڈیرا اسامیں کو رپورٹ دینی تھی انہیں ہی تو اس نے جنرل ہیڈ کوارٹر میں منتقل کروایا تھا۔ وہ پارٹی بیٹھنے کے بعد چگل نواز کی اس سے مختصری بات چیت ہوئی اپنے مالک کی ہدایات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد وہ واپس ہوا۔

دلاور دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا ہوا تھا۔ رسم کر آئی تھیں وہ خود کو تین لڑکیوں کا مجرم سمجھ رہا تھا۔ ایک جو سفر میں اس کی منکوحہ کے نام سے بیٹھی تھی دوسری اقرا اور تیسری پروا اس کا خواب، اس کی چاہت، پسند جس کے ساتھ کے اس نے خواب دیکھنے شروع کیے تھے۔ رحمان صاحب نے صاف صاف کہہ دیا تھا میاں صاحبزادے شادی تمہاری اقرا سے ہی ہوگی یہ خوابوں وغیرہ کو ذہن سے جھٹک دو۔

*_*_*

ارم کا فون آیا تھا۔

"تم تو حویلی جا کر چھپ سی گئی ہو واپس آؤ تو آیا زبردست سی نیوز سناتی ہوں۔ اقرا آپی کی بات طے ہو گئی ہے، کس کے ساتھ طے ہوئی ہے۔ واپسی پر بتاؤں گی۔"

اس نے تجسس پر قرار رکھا۔

"ارم ابھی بتاؤ ناں۔" اس سے رہا نہیں جا رہا تھا۔

"نہیں بھئی یہ تو سرپرائز ہے۔" اس نے انکار کر دیا۔

پھر اسے رہا نہیں گیا اس نے داور کے آفس فون کر دیا معلوم ہوا کہ وہ گنگا رام کی طرف گئے ہیں۔ اس نے مایوسی سے ریسیور رکھ دیا۔

"پتا نہیں اس سفر کا کیا اختتام ہوتا ہے۔" وہ گھٹنوں پہ تھوڑی رکھے سوچ رہی تھی۔ اس نے داور کے خیال سے پیچھا چھڑانے کی بہت کوشش کی تھی لیکن پہلے مرحلے پر ہی ناکام ہو گئی تھی، بے اختیار رو گئی تھی۔

ابھی تک اس نے اپنے نکاح والی بات داور سے چھپائی ہوئی تھی اگر وہ بتا دیتی تو جانے اس کا کیا ری ایکشن ہوتا۔؟

*_*_*

داور تھوڑا سا کھانا کھانے کے بعد ٹیبل سے اٹھ گیا تھا۔ ماموں اور رحمان ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے اس کا رویہ وہ خوب جان رہے تھے شاید اس کا خیال تھا کہ اس طرح وہ اپنی بات منوانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ وہ بستر پہ جوتوں سمیت لیٹا چھت کو گھورے جا رہا تھا اگر پری کو خبر ہو جائے کہ اس نے ایک لڑکی سے نکاح کیا ہوا ہے اور ادھر گھر والے اس کے لیے ایک اور لڑکی پسند کر آئے ہیں تو اس معصوم سی لڑکی کا دل یقیناً ٹوٹ جائے گا۔

"نہیں نہ حسان سے مل کر میں ساری بات اسے بتاؤں وہ اپنے گھر والوں کو کنونس کرلے گا اور پھر نواز کی صاحبزادی کو طلاق دے دوں، پتا نہیں یہ طریقہ مناسب ہے یا نہیں پری کو علم ہوا تو وہ شاید نہ کبھی [illegible] او میرے خدا میں کیا کروں۔"

اس نے تھک ہار کر [illegible] آنکھوں پہ رکھ لیا۔

وہ ابھی [illegible] کو آرمان سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے کلاس کی [illegible] سے تو پری کا فون نمبر بھی [illegible] کے دوستوں سے اس کا نمبر

مانگنا موجودہ صورتحال میں ناممکن تھا۔ اسے اب صبر سے اس کی واپسی کا انتظار کرنا تھا یہ خیال تو بھی اس کے ذہن میں آیا ہی نہیں کہ وہ پری کا نمبر کالج ریکارڈ سے بھی معلوم کر سکتا ہے۔ سچ ہے پریشانی میں انسان کو سامنے کی بات بھی نہیں پتہ چلتی۔

*_*_*

"اقرا کچھ دیر اور رک جاؤ فراز بھائی آتے ہی ہوں گے تمہیں چھوڑ آئیں گے۔" عروب نے اسے روکنا چاہا۔ اقرا صبح سے اس کی طرف آئی ہوئی تھی عروب نے ہی کہا تھا کہ تمہیں ڈراپ کرنے کی ذمہ داری میری ہے۔

عروب کے فراز بھائی کی آمد کا کچھ پتا نہ تھا اوپر سے مغرب کا وقت ہو رہا تھا گھر سے دوبار صالحہ کا فون آ چکا تھا کہ کسی طرح بھی آؤ تمہاری ہونے والی ساس اور نندیں آئی ہوئی ہیں کتنی بار تمہارا پوچھ چکی ہیں۔

حسان بھائی تو خیر دبئی میں تھے ورنہ تو رستا ہی جاتا تھا ورنہ وہ ان میں سے ہی کسی کو بھیج دیتی۔ بمشکل عروب سے وہ اجازت لے کر نکلی ابھی وہ سڑک پہ کھڑی کسی رکشے اور ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑا رہی تھی کہ مغرب کی اذان ہونے لگی یہ ایک نسبتاً سنسان سی سڑک تھی اس وقت تو ٹریفک کا زور ویسے بھی یہاں کم ہو جاتا تھا اسے محسوس ہوا کہ جیسے عروب کی بات نہ مان کر اس نے غلطی کی ہے۔ رفتہ رفتہ اندھیرا بڑھنے لگا تھا وہ دل میں پریشان ہو کر آیت الکرسی کا ورد کر رہی تھی جب وہ تاریک شیشوں والی بجارو اس کے عین نزدیک آکر رکی دروازہ کھلا اور اس میں سے گن بردار باہر نکلا وہ پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اسی گن بردار کے پیچھے سے ایک اور شخص باہر نکلا اور اس کے منہ کو ہاتھوں سے دبا کر گاڑی کے کھلے دروازے سے اندر دھکیلنے لگا اقرا کے حواس معطل ہونے لگے۔ رہی سہی کسر کلوروفارم میں بھیگے اس رومال نے پوری کر دی جو اس کی ناک پہ رکھا گیا تھا۔

حیات نے احتیاط سے اس کا سر اور اوپری دھڑ اپنے شانے سے اٹھا کر سیٹ پہ ڈالا جو بے ہوشی کے دوران

اس کے اوپر گرا تھا۔
زندگی میں پہلی بار اس نے وڈیرا سائیں کے حکم پر کوئی غیر قانونی کام کیا تھا ورنہ اس سے پہلے اس کے ہاتھ صاف تھے۔ جگل نواز نے کہا۔

"میرے جانثاروں کی تعداد دن بدن گھٹتی جا رہی ہے میں صرف تم پر ہی اعتبار کر سکتا ہوں اس لیے تمہیں ہی کہہ رہا ہوں، اور میری بچی کا حق ہے 'ان لوگوں کو جاؤ جگل نواز' کیا سلوک کر رہا ہے ان کے ساتھ جو اس کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، اور سائیں کا وقت ابھی نہیں آیا۔ بس تم جاؤ صرف علی ڈانو کو لے کر جانا اس لڑکی کو جب لے کر آؤ تو علی ڈانو جیسا کھوجی کرنا۔"

حیات نے اس بے ہوش لڑکی کو ڈیرے پر منتقل کر دیا تھا وہ گھنٹے بعد علی ڈانو مولوی نعمت بخش کو لے کر آیا۔

"بابا اس شہزادی کو ہوش میں لاؤ مولوی صاحب زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے۔" وہ مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے بولا تو حیات اٹھتا ہوا اندر چلا آیا وہ پہلے ہی اٹھ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اقرا کے سر میں دھماکے سے ہو رہے تھے ایک بے بسی کی کیفیت تھی کچھ عقل میں نہیں آ رہا تھا کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے یہ لوگ کون ہیں جو اسے اس طرح اٹھا کر لائے ہیں ایک رعب دار کرخت نقوش والے آدمی کو وہ اندر آتے دیکھ کر سنبھل کر کھڑی ہو گئی گرتی ہوئی حوصلوں کی دیوار کو تھامنا ہی تھا۔

"شکر ہے آپ کو ہوش آ گیا۔" وہ گہری سانس بھر کر بولا اسے اس ستم رسیدہ لڑکی پر ترس سا آ گیا جو کچھ دیر بعد علی ڈانو کی بھینٹ چڑھنے والی تھی کیونکہ وہ اپنی اس حرکت کو شرعی قرار دینے کے لیے مولوی کو بھی لے آیا تھا واپسی قدموں واپس آیا۔

"وہ ہوش میں ہے" مختصراً کہہ کر وہ علی ڈانو کے پاس بیٹھ گیا۔

"چل تو بھی اندر آ" علی ڈانو نے پہرا دیتے جگل کو ہانک لگائی وہ اپنی [illegible]

"مولوی [illegible] بیٹھا ہوا ہے

ویسے آپ نے فارم تو پہلے ہی پر کر لیے ہوں گے اب تو سائن کرنے کی رسمی سی کارروائی کرنا ہے کیوں حیات یہ ٹھیک ہے نا۔" وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف مڑا۔

"وڈیرا سائیں کا حکم ہے کہ حیات تمہیں اس مولوی لڑکی سے شادی کرنی ہے۔" علی ڈانو نے جیسے اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا۔ سائن کرنے اور مولوی نعمت بخش کے جانے کے بعد بھی حیات وہیں بیٹھا رہا۔

"ڈانو یہ سب غلط ہے۔" اس کا ضمیر گوارا نہیں کر رہا تھا۔

"ایک تو یہ پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ بڑی خرابی ہوتی ہے ہر بات میں غلط اور ٹھیک کے چکروں میں پڑ جاتے ہیں۔" ڈانو نے اسے ملامت کرتی نگاہوں سے گھورا۔

"ڈانو یہ شادی گن پوائنٹ پر ہوئی ہے۔"

"بابا کون سے گن پوائنٹ، جگل نے بس یہ گن اس کی کنپٹی پر رکھ کر کھڑا تھا کوئی بھی تو نہیں۔" وہ طنزیہ ہنسا۔

"تم نہیں جان سکو گے ڈانو اغوا شدہ لڑکی کی مجبوریاں بھی تو گن پوائنٹ ہی ہوتی ہیں۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بولا تو ڈانو نے ہاتھ اٹھا دیئے۔

"بس کرو یہ کتابی باتیں زہر لگتی ہیں مجھے 'ان کتابی اقوال نے کیا دیا ہے تمہیں؟ حرف تمہیں روٹی نہیں دے سکتے۔ بیماری میں دوا نہیں دے سکتے۔ کیا دیا ہے مجھے ماسٹرز میں اکنامکس کی ڈگری نے۔" ڈانو تلخی سے ہنسا تو اسے رہا نہیں گیا۔

"یہ ناکامی کا الزام تعلیم کو مت دو۔" حیات نے اسے ٹوکا۔

"اچھا نہیں دیتے تم تو یہاں سے چلو تمہاری نئی نویلی دلہن انتظار کر رہی ہوگی تمہارا۔"
اس نے بیباکی سے حیات کو آنکھ ماری۔

حیات کو پہلی بار آج وڈیرا سائیں کے اس عمل سے اختلاف ہوا تھا۔ روتی ہوئی اقرا کو دیکھ کر یہ احساس اور بھی شدید ہوتا چلا گیا تھا وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح تھکے تھکے فرش پر بیٹھی گھٹ گھٹ کر رو رہی

تھی۔

"دیکھیے خدارا چپ کر جائیں مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔" وہ گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"تمہیں کیا خبر میں کیوں رو رہی ہوں جن کے زیاں ہوتے ہیں وہی روتے ہیں تم تو نہیں رو رہے ہو گے۔ تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے مجھے تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ مجھے کس جرم کی سزا ملی ہے۔ تمہیں معلوم ہے میرے گھر والوں پر کیا قیامت گزر رہی ہو گی۔ دور ہو جاؤ میری نظروں سے چلے جاؤ یہاں سے تمہیں اپنی ماں کا واسطہ۔" اقرا چیخ پڑی۔ دل پر شدید بوجھ سے وہ اٹھ گیا۔ علی ڈور جا چکا تھا نبیل اسی طرح گن لیے باہر گیٹ پر ٹہل رہا تھا۔

----*

"خدارا میری بچی کو کہیں سے لے آئیں کل صبح گئی تھی اور آج تو رات کے دس بھی بج گئے ہیں عوب کا بھی ابھی تک کچھ پتہ نہیں ہے۔" صالحہ پر عجیب بے حالی کیفیت طاری تھی کل تمام رات کوئی بھی نہیں سو سکا تھا صالحہ نے مغرب کے بعد پھر عوب کے گھر فون کیا اس نے کہا کہ کافی دیر ہو گئی ہے اقرا کو گئے ہوئے اس وقت تک داور کے گھر والے آ چکے تھے انہوں نے پھر فون کیا اور ہارون کو بھی دوڑایا رات کے آٹھ بج رہے تھے اب تو عوب بھی پریشان ہو گئی۔ ہارون بھی پولیس والوں کو لے آیا تمام رات تینوں باپ بیٹے اقرا کی تلاش میں ہر ممکن جگہ گئے بدنامی کے ڈر سے وہ تھانے بھی نہیں جا سکتے تھے خود ہی کوششیں کر رہے تھے۔

حسان اس معاملے میں اپنے اثر و رسوخ سے کام لے رہا تھا اور آج رات کے دس بج گئے تھے اقرا کا کہیں بھی نام و نشان نہ تھا صالحہ کی حالت سخت خراب تھی وہ بار بار بے ہوش ہو رہی تھیں ثانیہ ہی انہیں سنبھال رہی تھیں وہ تو خود ہی بے حوصلہ ہو رہی تھی ساجد صاحب چپ چاپ تھے بدنامی کا خوف کسی عفریت کی طرح ان کے اعصاب کو جکڑے جا رہا تھا نہ جانے کیا ہونے والا تھا [illegible] تو اقرا اور داور کی منگنی کی رسم ہونے والی تھی کل ماہ گل اسی سلسلے میں

اقرا کے کپڑے اور جوتے ناپ لینے نکل گئی تھیں۔

----*

فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی شاہ گل نے اندر سے نکل کر فون اٹھایا کوئی اجنبی اور سرد سی آواز تھی۔

"سنا ہے کہ آپ کی ہونے والی بھابھی اغوا ہو گئی ہیں؟"

"کیا۔" شاہ گل کے ہاتھوں میں ریسیور لرزا۔

"ہاں اقرا ساجد کو اغوا ہوئے آج تیسرا دن ہے حیرت ہے آپ کو پتا ہی نہیں۔" دوسری طرف سے طنزیہ کہہ کر لائن کاٹ دی گئی۔ اس نے اندر آ کر ماں کو بتایا رحمان کا مشورہ تھا کہ فون کر کے پوچھ لیتے ہیں جبکہ ماہ گل کا کہنا تھا کہ ان کے گھر جا کر اصل صورت حال معلوم کرنا ضروری ہے۔

ساجد صاحب نے چھپانا ضروری نہیں سمجھا تھا بیٹی کی سسرال کا معاملہ تھا وہ کہاں تک چھپاتے۔

"یار فکر مت کرو میں داور سے بات کرتا ہوں وہ کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا۔" رحمان نے ساجد کو تسلی دی۔ ماہ گل صالحہ کے پاس تھیں۔ اس پراسرار ٹیلی فون کال کا ذکر ہو رہا تھا جس کی وجہ سے وہ اس وقت یہاں پہنچی ہوئی تھیں۔

"اقرا بچی کو تاوان کی وجہ سے اغوا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے پیچھے کوئی اور ہی قصہ لگتا ہے یوں محسوس ہو رہا ہے اسے اغوا کرنے والے آپ کی عزت کے درپے ہیں کم از کم اس ٹیلی فون کال سے تو یہی لگتا ہے۔" رحمان پر خیال انداز میں بولے۔

"میں نے تو ناحق کسی کا دل تک نہیں دکھایا' نہ کسی سے سخت لہجے میں بات کی پھر ایسا کیوں ہوا ہے؟" ساجد رو پڑے۔

"خود کو کمپوز کرو تم اگر حوصلہ چھوڑ بیٹھے تو تمہاری اولاد کا کیا ہو گا۔" رحمان نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سمجھایا۔

اقرا کے اغوا کے بارے میں سن کر داور کو خوشی نہیں ہوئی جانے اسے کس مقصد کے لیے اغوا کیا گیا تھا ہاں یہ ضرور ہوا تھا کہ وہ خود کو بوجھ سے آزاد محسوس کرنے لگا تھا محبت شاید انسان کو اپنے ہی [illegible] خود غرض

مطابق ہے۔

پروا کو بھی کالج آ کر ہی علم ہو گیا تھا کہ اقرا آپی اغوا ہو گئی ہیں ارم تو کالج ہی نہیں آ رہی تھی ضوفشاں اور حمیرا نے بتایا تھا کہ اقرا آپی کو نامعلوم افراد نے اغوا کر لیا ہے اور اب گمنام کالز کر کر کے سب کو ستا رہے ہیں ان کے تمام رشتہ داروں' ملنے جلنے والوں اور دوستوں کو اس واقعے کی خبر ہو گئی تھی پروا کو احساس تھا کہ وہ سب اس وقت کس قیامت سے گزر رہے ہوں گے وہ گھر جا کر ان کے زخموں پر نمک پاشی نہیں کرنا چاہتی تھی اس نے داور کو فون کر کے کہا کہ وہ اسے میم وارڈن سے اجازت لے کر پک کر لے اسے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ آفس میں حاضری دے کر دس بجے کے قریب وہ اسے لینے آ گیا۔ وہ اس وقت سرکاری گاڑی میں یونیفارم سمیت آیا تھا۔

"مجھے بتائے بغیر ہی تم چلی گئیں کتنا پریشان رہا ہوں میں تمہیں کچھ احساس ہے۔" وہ اس نیم تاریک ریسٹورنٹ کے کیبن میں داخل ہوتے ہی اس پر برس پڑا۔

"آپ کو پتا ہے اقرا آپی اغوا ہو گئی ہیں آپ کچھ کریں نا۔" اس نے داور کی ناراضی کو نظر انداز کر دیا۔ داور نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا گویا اسے یہ علم نہیں تھا کہ اقرا اور اس کے رشتے کی بات چل رہی تھی۔

"کیا اقرا آپی کے سسرال والوں کو یہ بات پتا ہے کیا۔ مجھے ارم نے فون پر بتایا تھا کہ ان کی بات طے ہو گئی ہے کس کے ساتھ طے ہوئی ہے یہ مجھے نہیں بتایا اس سے پہلے ہی یہ حادثہ ہو گیا۔" وہ افسوس کر رہی تھی۔ داور نے ایک گہرا سانس لیا "اچھا ہی تھا یہ علم نہیں تھا۔"

"پری میں بہت ڈسٹرب ہوں۔" اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں باہم پھنسا کر بھینچ لیں "میں بہت ڈسٹرب رہی ہوں۔" وہ بیزاری سے گھور رہی تھی۔

"کیوں تم کیوں ڈسٹرب رہی ہو۔" وہ بے قراری سے آگے جھک گیا۔

بعد میری شادی ہے میں اب مزید آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی۔" وہ ٹھہرے ٹھہرے انداز میں اس کے حواسوں پر بجلی گرا گئی۔

"پری جانتی ہو اس جھوٹ پر میں تمہارا گلا دبا سکتا ہوں۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں بہتر ہو گا آپ آج کے بعد نہ ہی ملیں۔"

"پری پری مجھے اتنا آگے لا کر تم پیچھے نہیں ہٹ سکتیں میں اس رقیب کو جان سے مار دوں گا جو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔"

داور نے سختی سے اس کے شانوں کو تھام لیا تھا تکلیف کی شدت سے پروا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"پری کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے کیوں نہیں بتا رہی ہو میں سچ کہہ رہا ہوں جو بھی میرے اور تمہارے درمیان آیا زندہ نہیں بچے گا۔" وہ دانتوں پر دانت جما کر بولا تو پروا کو وہ خنجر جیسی آنکھیں رقابت کی آگ میں جھلستا ہوا داور لگا۔

"شاید میں ہی قصوروار ہوں مجھے آپ کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے تھی شاید مجھے ارم نے ٹھیک ہی کہا تھا مجھے نہیں ملنا چاہیے تھا آپ ایم سوری ایکسٹریملی سوری داور آپ بھی کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر کے سب بھول جائیے گا کہ کبھی پروا بھی آپ کو ملی تھی۔" وہ بڑے حوصلے سے بول رہی تھی۔

"پری اس وقت میرے سامنے سے ہٹ جاؤ واپس چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ چند منٹ بعد ہی یہاں تمہاری لاش نظر آئے۔" وہ درندے کی طرح غرایا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"یہ کیسی محبت ہے آپ کی جو مجھے زندگی سے محروم کرنا چاہتی ہے میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں اب آپ بھی رہی سہی کسر پوری کرنا چاہتے ہیں میں بہت بڑے بڑے خواب دیکھ رہی ہوں اپنے ہاسا میں کے بارے میں' کتنے مہینے میں نے ان کی شکل نہیں دیکھی ہے' نہ آواز سنی ہے ایسے عالم میں مجھے آپ کا تصوراتی زندگی بنانا ہے اور آپ مجھ سے اتنی زیادہ نفرت کرتے ہیں۔" اس نے آنسوؤں کو روکنے کی

کوشش نہیں کی تھی۔ داور کو اپنے رویے کی [illegible] کا احساس ہوا۔

"نادرہ پلیز مجھے مار کر آپ کی جلن تو ختم ہو۔" وہ اس کے سامنے آگئی۔ داور نے بے اختیار ایک بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کر کے اسے خود سے قریب کر لیا۔

"اپنی زندگی، اپنی روح کو کیسے مار سکتا ہوں۔" وہ گہرے لہجے میں بولا، پروا اس کے شانے سے لگی سسکیاں بھرتی رہی بعد میں اس کی اختلافی قربت کا خیال آتے ہی وہ اس سے دور ہو گئی تھی۔

"اب کس کے قتل کی دھمکی دو گی۔" وہ سرشاری سے بولا کچھ دیر پہلے کی بے زاری پروا کے انکشاف کے باعث اس کے وجود پر چھا گئی تھی یکایک اس کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

——*

"ضوفشاں، اقرا آپی کے منگیتر کا کیا نام ہے۔" اس نے یونہی ضوفشاں سے پوچھا تھا۔

"تمہیں نہیں پتا ارم نے تمہیں نہیں بتایا۔"

"تمہیں بھی پتا ہے میں عمرہ کرنے گئی ہوئی تھی ارم نے کہا تھا کہ واپس آؤ گی تو سرپرائز دوں گی اب یہ حادثہ ہو گیا ہے وہ تو کالج ہی نہیں آرہی ہے۔"

"وہ حسان بھائی کے دوست ہیں نا جو اسپیشل پولیس ڈپارٹمنٹ میں ایس پی آفیسر ہیں۔ لمبے ہینڈسم سے یار وہی داور نقی۔" ضوفشاں ماتھے پر ہاتھ مار کر بولی تو پروا جیسے کسی گہرے سمندر میں چکرا کے گری تھی۔

"داور نقی سے تعلق ابتدا سے ہی غلط تھا اب میں تمہیں کبھی بھی تمہیں یاد کروں گی بھی بھی نہیں۔ اچھا ہی ہوا میں نے کسی فرینڈ سے تمہارا ذکر نہیں کیا ورنہ رسوائی اور ملامت ہی میرے حصے میں آتی۔ تمہارے تصور کو بھی اندر ہی اندر کہیں دفن کرنا پڑے گا۔"



جہاں پاؤں فگار ہو جائیں
اور رستے بھی خار ہو جائیں
اتنے خواب نہ دیکھو کہ
انہیں آنکھوں میں رہنے کے لیے جگہ نہ ملے
مگر خواب دیکھو کے
میری آگہی سے انجان آنکھوں نے
دریا ہونا سیکھ لیا ہے
دل نے درد سہنا سیکھ لیا ہے
جذبوں نے سو رہنا سیکھ لیا ہے

——*

داور دوبارہ اسے ہوسٹل ملنے گیا پر وہ اسے انکار کروا کر ملنے سے نہ سامنے ہی نہیں آئی اس نے کتنی بار داور ان کے آفس فون کر کے اسے بلوایا پر وہ ریسیور تھامے خاموش ہی رہی وہ ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا ابھی وہ پروا کے اس رویے کو سمجھ ہی رہا تھا کہ اسے ایس آئی نے کسی حیات کے آنے کی اطلاع دی جو اس سے فوری ملاقات کا خواہش مند تھا۔

"لے آؤ فوراً اندر۔" اس نے آج تخت یا تختہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"سلام داور سائیں۔" حیات سلام کر کے بیٹھ گیا۔

"کہو کیسے آنا ہوا۔" وہ خشک لہجے میں بولا۔

"داور سائیں وڈیرا سائیں نے کہا ہے کہ بی بی سائین کے حق پر جو ڈاکا ڈالے گا اس کا حال ایسا ہی ہو گا اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ بی بی سائین کو دو ہفتوں کے اندر اندر لے جائیں ورنہ بہت برا ہو گا۔"

حیات کے لہجے میں کھلی دھمکی تھی پیٹرول کو جیسے کسی نے دیا سلائی دکھا دی۔

"حیات اپنے سائیں اور وڈیرے سے کہہ دو کہ مجھے یہ بندھن منظور نہیں ہے تین ہفتے کے اندر اندر میں طلاق کے کاغذات تیار کر کے بھجوا دوں گا۔" وہ زہر خند لہجے میں بولا تو حیات کا چہرہ سرخ ہو گیا یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی خون چھلک پڑے گا۔

"اقرا کو تو ہم نے عزت دلایا ہے پر اسے عزت

نہیں بتائیں گے جو پاپا سائیں اور آپ کے درمیان ہے۔" حیات تیز تیز قدموں سے نکل گیا تھا داور نے سر تھام لیا۔ اسے حیات کے الفاظ یاد آگئے۔

"اقرا کو ہم نے عزت بنالیا ہے۔" اسے اصل بات کی تہہ تک پہنچنے میں ایک لمحہ ہی لگا تھا۔

"سجاد" "رانا" "ورائی میری جیپ فوراً" "نکالو۔" وہ آندھی طوفان کی رفتار سے کمپاؤنڈ میں گیا تھا۔ تب تک حیات نکل چکا تھا اس نے حسان کو فوراً فون کر کے کہا تھا کہ اقرا کا سراغ مل گیا ہے۔ اس نے شمر کے ڈی سی کو فون کر کے مدد طلب کی تھی۔ حالات کے پیش نظر وہ صرف حسان کو لے کر جا رہا تھا۔

ڈیرے پر انہیں کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا صرف بگل ہی تھا جس نے ہتھیار ڈال دیے تھے باقی پہلے ہی غائب ہو چکے تھے۔ اقرا اندر تھی حسان کو دیکھتے ہی وہ تمام ضبط کھو بیٹھی تھی۔ بری طرح چیخیں مارتی وہ بھائی سے لپٹی تھی جس کی آنکھیں خون رنگ ہو رہی تھیں۔ اسے ابھی تک یہ علم نہیں ہو سکا تھا کہ اس کی بہن کو کس مقصد کے لیے اغوا کیا گیا ہے۔ بگل نے تشدد کے بعد بھی زبان نہیں کھولی تھی۔

*_*_*

"پی پی سائیں یہ ہے آپ کا پاسپورٹ اور یہ ہے ٹکٹ اب بس پرسوں تک چلنے کی تیاری کریں۔ یہاں اب آپ کے خیر خواہ کم ہی ہیں۔" حیات کے لہجے میں محسوس کیا جانے والا دکھ تھا اس نے پیوا کو بتا دیا تھا کہ اس کے شوہر نے رخصتی کرانے سے انکار کر دیا ہے اور اسے طلاق دے رہا ہے اسی وجہ سے اس نے بگل نواز کے حکم پر پیوا کے لیے راتوں رات امریکہ کے ویزے کا بندوبست کیا تھا۔ داور کے لیے وڈیرے نے جو سزا تجویز کی تھی وہ بہت عبرتناک تھی۔

"حیات مجھے اس شخص کا ایڈریس دے دو میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں جو مجھے ٹھکرا رہا ہے۔" اس کے اندر [illegible] پیدا ہو گئی تھی۔

"[illegible] آپ خود میرے ساتھ [illegible] میں لے چلتا ہوں میں [illegible]"

[illegible] کیا تھا؟ میں تھا؟"

ہو گا تو [illegible]۔

"اپنے ایس پی سے کہہ دینا وڈیری تائی تمہی میں اس سوہا کی شکل دیکھنا چاہتی تھی۔" وہ نخوت سے کہتی واپس لینڈ کروزر میں بیٹھ گئی تھی۔

*_*_*

صالحہ بیگم بار بار اقرا کو ہاتھ لگا کر اس کے زندہ ہونے کا یقین کر رہی تھیں۔ اقرا کی اس اطلاع نے گھر بھر کے ہوش اڑا دیے تھے کہ اس کا نکاح ہو چکا ہے۔

"یہ کیسے ہوا تم مجھے بتاؤ میں اس کی شکل دیکھتا ہوں زندہ نہ چھوڑوں گا اسے۔" حسان کا خون کھول رہا تھا۔

"بھائی جان وہ کہہ رہے تھے کہ داور ان کی وڈیری کی امانت ہے اور جو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا وہ برا حشر کریں گے اس کا۔ ملازم وہاں باتیں کر رہے تھے کہ داور نے ان کی وڈیری سے نکاح کیا ہوا ہے اور اب کر رہا ہے۔" اقرا نے تفصیل بتائی۔

"اور داور؟" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"یہ داور نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔" وہ ابھی تک بے یقین تھا۔

"بھائی جان یہی سچ ہے اس سچ کا پتا لگانے کے لیے میرے خوابوں کے پھولوں میں کرچیاں چبھ گئی ہیں۔" وہ روتی ہوئی اندر چلی گئی تھی۔

*_*_*

حیات اس کی ضد پر اسے داور کے گھر لے جا رہا تھا۔ گل پیوا کو ویسے بھی شوق چڑھا تھا وہ بس پاپا سائیں کے منتخب کردہ اچھے شخص کی شکل دیکھنا چاہتی تھی اسے اس کی حیثیت یاد دلانا چاہتی تھی۔ حیات نے بتایا تھا وہ ایک معمولی سا افسر ہے۔ گاڑی جب گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو تب وہ اپنے خیالات سے چونکی اور گرد کا ماحول مانوس لگ رہا تھا۔

"چلو اپنے ایس پی کو بلا کر لاؤ۔" وہ نخوت سے گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اکرم کو اچھی طرح یاد تھا لڑکی پہلے بھی آ چکی تھی مگر تب وہ اتنی اکڑی اکڑی نہیں تھی۔ اندر سے داور ماہ گل اور شاہ گل تینوں ساتھ نکلے تھے اکرم کے بتانے کا اثر ایسا ہی تھا۔

"تم ہی تم۔" وہ حیرانی کے مارے یہی کہہ سکا۔

"بی بی سائیں کی ہیں وہ جن کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا ہے۔" حیات آہستگی سے بولا تو ہزاروں پہاڑ یا آواز بلند اس کے سر پر گرنے لگے۔

"تو تم ہو وہ جو مجھے ٹھکرا رہے ہو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔

"تم ہی اندر آؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" وہ حیرانی کے شاک سے نکل کر اس کی طرف بڑھا۔

"خبردار جو ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔" وہ انگلی اٹھا کر بولی۔ شاہ گل اور ماہ گل حیران تھیں کہ قصہ کیا ہے؟ ارم کی دوست داور سے یوں حاکموں والے انداز میں کیوں بات کر رہی ہے۔

"داور زکی تمہیں تو رشتوں کا بھرم رکھنا بھی نہیں آتا اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ تم سے کہیں کی مجھے طلاق مت دو۔ تمہارا اصل چہرہ میں نے دیکھ لیا ہے۔"

"حیات چلو واپس۔" وہ گاڑی میں بیٹھ گئی ادھر اس کی گاڑی گیٹ سے نکلی اور ادھر صالحہ اور حسان کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔ وہ تینوں ابھی تک وہیں کھڑے تھے داور خود کو یقین دلا رہا تھا کہ یہ وہی پری ہے جسے وہ چاہتا ہے نکاح کے وقت اس نے ٹھیک طرح سے نام ہی نہیں سنا تھا اسے اگر خبر ہوتی کہ ہماری اور پری ایک ہی شخصیت ہیں تو وہ کبھی حیات کو مایوس نہ لوٹاتا۔ ادھر ماہ گل حیران تھی کہ پری بار بار نکاح اور طلاق کا ذکر کیوں کر رہی تھی اب ادھر سے صالحہ، حسان اور ساجد چلے آئے تھے ان کے لبوں پہ وہی قصہ تھا جو ہوا تھوڑی دیر پہلے سنا کر گئی تھی۔

اس نے سر جھکا کر اعتراف کر لیا تھا کہ وڈیرا چنگل نواز کو گرفتار کرنے کی خاطر اسے یہ نکاح کرنا پڑا تھا حسان کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ پری اسی چنگل نواز کی بیٹی ہے جس کی اولاد ہی وحشت کر رہے ہیں۔

"داور نے مجھے بتایا تک نہیں۔" سب اسے ملامت کر رہے تھے وہ اس وقت کسی کا بھی سامنا کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا گاڑی لے کر باہر نکل گیا۔

حیات کو علی ذنو نے اطلاع دی تھی کہ وڈیرا چنگل نواز کو پری تک یا اس کے ہیڈ کوارٹرز میں کھانے میں زہر ملا کر قتل کر دیا گیا ہے اب پردہ سے چھپانے کا کیا فائدہ تھا وہ پچھلی فلائٹ سے اسے لے کر سکھر پہنچا علی ذنو نے آہستگی سے بتایا کہ اقرا کو اس کے گھر والے لے گئے ہیں اور وڈیرا سائیں کی لاش حویلی میں ہے باپ کی لاش دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

ہوش میں آنے پر وہ باپ کے بے جان جسم سے لپٹ لپٹ کر اتنا روئی کہ حیات کے بھی آنسو نکل گئے۔

"حیات تم نے مجھ سے کیوں چھپائے رکھا کہ بابا سائیں امریکہ میں نہیں ہیں میں ان سے مل تو لیتی ان کا دیدار ہی کر لیتی۔" وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی آج کے تمام اخبارات چنگل نواز کی پراسرار ہلاکت کے بارے میں بھرے ہوئے تھے۔ چنگل نواز کے باقی ساتھیوں کے فرار ہو جانے کے ڈر سے اس کے کارنامے واضح طور پر بیان نہیں کیے گئے تھے حکومت کی سختی سے ہدایت تھی کہ چنگل نواز کی موت کو ہارٹ اٹیک بتایا جائے پھر بھی پری باپ کے اصل روپ سے کسی حد تک واقف ہو گئی تھی جو دوسروں کے لیے موت کی ڈوریاں ہلانے والا خود قدرت کی نادیدہ ڈوری میں بندھا گیا تھا۔

*_*_*

"داور ہمیں پری کے گھر لے چلو ہم اس سے تعزیت کریں گے۔" رحمان اور ماہ گل خود اس کے کمرے میں آئے۔ داور کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا اس کی نظروں میں بے اختیاری دیکھ کر رحمان بولے۔

"اس میں اس بچی کا کیا قصور ہے باپ کے گناہوں کی سزا بچی کو نہیں دیں گے تم اگر پہلے ہی ہمیں بتا دیتے کہ تم یہ احتیاطی قدم اٹھا چکے ہو تو ہم خوشی سے بہو بنا کر گھر لے آتے خیر اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے۔ چنگل نواز کے چالیسویں کے بعد ہم بات کریں گے۔"

*_*_*

"نہیں ممی میں حیات سے طلاق نہیں لے رہی۔ عدالت جانوں کی نوبت آیا تو میں اب ی

بدنامی کا سامنا نہیں کر سکتی وہ جیسا بھی ہے مجھے قبول ہے۔" اقرا روتی ہوئی کمرے سے نکلی تو وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر رہ گئے۔

*_*_*

"گل بابا سائیں شہر سے مہمان آ گئے ہیں۔" بھاگ بھری اسے اطلاع دے کر پلٹ گئی۔ پروا نے سپارہ چوم کر جزدان میں رکھا اور باہر آ گئی۔ ڈرائنگ روم میں رحمان ماہ گل اور داور بیٹھے ہوئے تھے نہ جانے کیوں اسے سہارے کا احساس ہوا ماہ گل کے سینے سے لگ کر وہ ایک بار پھر دھواں دھار روئی' رحمان کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

*_*_*

گل نواز کے چالیسویں کو ڈیڑھ ماہ گزر چکا تھا۔ رحمان اور ماہ گل نے فیصلہ کیا تھا کہ اسی ماہ پروا کو رخصت کرا کر لے آتے ہیں۔ صدف اور شاہ گل بہت خوش تھیں انہیں تو پہلے پروا ہی پسند آ گئی تھی یہ جاننے کے بعد کہ وہ بھائی کی بھی پسند ہے ان کی خوشی میں اضافہ ہو گیا تھا وہ آتے جاتے داور کو چھیڑتیں وہ محض مسکرا کر رہ جاتا نہ جانے کیوں اسے پروا کے تیور خائف کر رہے تھے۔

پروا بابا سائیں کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی' ایک ایک چیز میں اسے بابا سائیں کی مہک آ رہی تھی۔ وہ دراز میں تمام کاغذات سلیقے سے رکھ رہی تھی جب وہ اسٹامپ پیپر پھسل کر نیچے گرا تھا اس نے یونہی اٹھا کر پڑھا۔

"میں داور نقی ولد رحمان نقی' پروا گل نواز سے اس شرط پر نکاح کر رہا ہوں کہ اگر جمیل خود کو پولیس کے حوالے کر دے چونکہ گل وڈیرا گل نواز ہتھیار ڈال رہا ہے اس لیے میں اس کی بیٹی سے نکاح کروں گا۔"

... سائیں کے قاتل اسے موت ... بابا سائیں پروا نواز اتنی ... نے ہتھیار ڈال دیے۔ داور نقی کوئی نواب ... تو نہیں تھا جو ... اس کے اسٹامپ پیپر کو

منگنی میں ہو جاتا۔

"داور نقی سے شادی میں ضرور کروں گی تا کہ تمہارے دل میں کوئی حسرت کوئی ارمان نہ رہے۔" وہ نفرت سے بولی۔

*_*_*

صالحہ بیگم کے دل میں پروا کی طرف سے گرہ پڑ گئی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ اسے اقرا کا مجرم سمجھ رہی تھیں۔ گھر میں اب اس کا نام لینے پر بھی پابندی تھی حالانکہ باقی سب کی نگاہوں میں وہ بے قصور تھی۔ اقرا نے بھی حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا' اسے دکھ تھا کہ حیات نے اس سے رابطہ نہیں کیا ہے۔

داور کو یقین نہیں تھا کہ پروا شادی کے لیے تیار ہو گئی ہے اس کی شادی کی تاریخ جب فکس ہوئی تو اسے یقین کرنا ہی پڑا۔ وہ خدا کا شکر کرتا تھا کہ اس نے پری کو طلاق نہیں دی ورنہ اس کے بعد ساری عمر کا پچھتاوا رہ جاتا۔

*_*_*

داور جب اپنے برائیڈل روم میں داخل ہوا تو پروا عام سے انداز میں صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کامدار بھاری دوپٹہ صوفے کی بیک پر پڑا ہوا تھا' پاؤں جوتوں کی قید سے آزاد پھولوں بھرے کارپٹ پر دھرے ہوئے تھے' تمام زیورات وہ اسی طرح پہنی ہوئی تھی' بالوں سے اس نے سوئی نوچ کر ہٹانے کی کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں تمام بال پریشان سے اس کے کندھے اور کمر پر پھیل گئے تھے۔ داور کو حیرت سی ہوئی اس کی آنکھیں حیا کے بوجھ سے جھکی ہوئی نہیں تھیں بلکہ بے باکی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"دیکھو تم میں نے اپنا کہا پورا کر دیا ہے کہ تمہیں ہی دلہن بنا کر لاؤں گا اور تم ہی یہاں آئی ہو بھی نہ جانے کیسے۔" وہ اس کے سانے روپ کو نگاہوں میں بساتے ہوئے اس کے قریب ہی ٹک گیا۔

"تم واقعی پری ہو۔" وہ اس کی خاموشی پر بولا تو پروا نے اپنی نگاہیں اس پر سے ہٹا لیں۔

"کچھ بولو اچھی سی بات ہی کہو اور کچھ نہیں تو ناراضگی کا اظہار ہی کرو۔" داور نے اس کا ہاتھ تھامنا

پھر پروا نے چھڑا لیا۔

"پہلے اپنے حساب تو چکا لیں۔" وہ نفرت سے بولی تو داور حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"کون سے حساب۔"

"اتنے بھولے نہ بنو، میرے باپ کو موت کے حوالے کرنے والے تم ہو صرف تم۔ اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ میں نے یہ شادی تمہارے عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر کی ہے۔ نہیں داور نیازی میں نے یہ شادی اپنے حساب برابر کرنے کے لیے کی ہے۔ مجھے علم ہے کہ تم مجھ سے شدید محبت کرتے ہو۔ میں بھی پاپا سائیں سے شدید محبت کرتی تھی اور کرتی رہوں گی اس سے قطع نظر کہ وہ کیا تھے۔ محبت سے محرومی کا دکھ جب پیدا ہوتا ہے انسان سہہ بھی نہیں سکتا۔ وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں پر ان کا دکھ ہمیشہ میرے سینے میں پلتا رہے گا۔ میں تمہارے سامنے تمہارے قریب ہوتے ہوئے بھی تمہیں خود سے محروم رکھوں گی۔ یہ دکھ، یہ محرومی تا عمر ناسور بن کر تمہیں تڑپاتا رہے گا۔"

میں خواب بن کر اسے نیند میں دکھائی دوں
وہ میرا قرب جو چاہے تو میں اسے جدائی دوں
تڑپ تڑپ کے وہ مجھے مانگتا رہے مجھ سے
پر اپنے سوا میں اسے ساری خدائی دوں

"تو داور نیازی میری طرح تمہیں بھی نارسائی کی آگ میں جلنا پڑے گا۔ اگر تم نے زبردستی بزور طاقت مجھے حاصل کرنے کی کوشش کی تو اپنا صرف تم ایک بار ہی کر سکو گے، دوسری بار میں اس کی نوبت ہی نہیں آنے دوں گی۔ داور نیازی میں اپنا خاتمہ اپنے ہاتھوں سے کروں گی۔ تا عمر تم اپنے پچھتاتے رہو گے۔"

پروا زہر خند ہو رہی تھی۔

"پیاری [illegible] سکتی ہو مجھے اندازہ نہیں تھا۔" کتنی دیر بعد داور نیازی [illegible] تو وہ فتح مندی کے احساس سے مسکرائی۔

"پاپا سائیں کی روح [illegible] بہت خوش ہو گی۔"

[illegible]

*_*_*

"تم اقرا تم ایک بار پھر سوچ لو حیات [illegible] ہے تم اچھی طرح جانتی ہو۔" ساجد اسے آخری بار سمجھا رہے تھے۔

"پپا وہ اس لائن کا آدمی نہیں ہے اس نے بھی نیل نواز کے جرائم میں حصہ نہیں لیا وہ ایک پڑھا لکھا روشن دماغ شخص ہے۔ میں نے اس کی شرافت اور کردار کو پرکھا ہے، میں اتنے دن وہاں رہی ہوں اس میں کوئی قابل گرفت بات نہیں دیکھی۔" اقرا اس کی حمایت کر رہی تھی سو انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

"ٹھیک ہے میں اسے بلواتا ہوں سادگی سے تمہیں اس کے ساتھ رخصت کر رہا ہوں۔" ساجد بولے اور ٹیلی فون سیٹ گود میں رکھ کر حیات کا نمبر ملانے لگے۔

پروا کے تو جیسے زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ اقرا حیات کی دلہن بن گئی تھی۔ رخصتی تو سادگی سے ہوئی تھی مگر ولیمے پر اس نے تمام کسریں نکال دی تھیں۔ سارا انتظام حویلی میں کیا گیا تھا کتنا پورا گاؤں ہی امڈ آیا تھا۔ صالحہ کی نکلی ختم ہو گئی تھی وہ اتنی محبت اور چاہت سے ہر کام میں پیش پیش تھی کہ انہیں اقرا کے نصیب پر پیار آ گیا۔ پروا نے کہا تھا کہ اقرا اور حیات حویلی میں ہی رہیں گے حیات نے انکار کر دیا تھا اس نے کہا تھا۔

"میں ڈیرے پر ہی رہوں گا اور پہلے کی طرح ہی ہر کام کروں گا۔" وہ خاموش ہو گئی تھی۔

رات وہ اور داور حویلی میں ہی رک گئے۔ حیات اقرا کو لے گیا تھا وہ بے پناہ خوش تھی۔

"میں آگ بھری میں سونے جا رہی ہوں تمام لائٹس آف کر دو۔" پروا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ داور ایک دلچسپ میگزین پڑھ رہا تھا اسے اندر آتے اور پھر دروازے کو لاک کرتے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کسی اور کمرے میں سوئے گی۔

"خیر اس کا گھر ہے جہاں مرضی سوئے مجھے کیا۔" وہ کندھے اچکا کر دوبارہ میگزین پڑھنے لگا۔ [illegible] سے نائٹ ڈریس نکال کر واش روم میں چلی گئی۔ چند منٹ بعد تو [illegible] سے [illegible] بال جھٹکتی ہوئی [illegible] آئی تو

داور کی نظر بے اختیار اس کی طرف اٹھ گئی۔ اس کا حالیہ سنسنا اٹھا۔ اس نے نظروں کو موڑ لیا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑے ہو کر بالوں میں برش پھیر رہی تھی پھر اس نے دلکش سی مہک والا ایئر فریشنر کمرے میں اسپرے کیا اور ہلکی آواز میں ڈیک لگا کر آ بیٹھی۔

جانِ جاناں۔
پریوں جیسا روپ دکھانا۔
جانِ جاناں۔
پریوں کی طرح کھو نہیں جانا۔
روپ دکھاؤ ہمیں مست بناؤ۔
ہوش اڑاؤ جانِ جاناں۔

پروا نے بال جھٹکے برش پھینکتے ہوئے وہ بیڈ پر اس کے سامنے لیٹ گئی اور خوامخواہ ہی چوڑیوں کو چھیڑنے لگی۔ داور کی توجہ لینے نہ تقسیم ہوئی' خون اس کی کنپٹیوں میں جوش مارنے لگا تھا وہ شاید اس کے ضبط کو آزما رہی تھی۔ داور میگزین پھینک کر بیڈ سے اتر گیا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"ایس پی صاحب ڈر گئے ہیں۔" وہ دل میں طنزیہ بولی۔ بھاگ بھری کچن میں تھی داور نے پانی مانگا وہ اس وقت اس کی یہاں موجودگی پر حیران تھی۔ بہر حال اس نے داور کو پانی کا گلاس تھمایا۔ وہ پانی پی کر چند منٹ وہیں کھڑا رہا اندر ایک قیامت تھی اور باہر بھاگ بھری تھی۔ ٹی وی لاؤنج کے سوا وہ تمام کمروں کے دروازے بند کر چکی تھی کیونکہ یہ پروا کا حکم تھا داور کی موجودگی میں ہی بھاگ بھری نے ٹی وی لاؤنج کا دروازہ بھی لاک کیا وہ ادھر ادھر چکر لگاتا رہا بھاگ بھری بے چاری اس کے انتظار میں تھی کہ وہ جائے تو وہ لاک کرے سونے جائے وہ خود سے اسے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ داور کو ہی شاید اس پر رحم آ گیا وہ وہاں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا شادی سے پہلے پروا اسی کمرے میں ہاسٹل سے واپسی پر قیام کرتی تھی۔ مجموعی طور پر یہ ایک آرام دہ [illegible] تھا۔ فرش پہ ہلکا نیلا کارپٹ بچھا ہوا تھا کھڑکیوں کو ڈھانپنے کے پردے بھی [illegible] رنگ کا تھا جو پروا کا

پسندیدہ رنگ تھا' کمرے میں دائیں ہاتھ پر ایک دو سیٹر صوفہ تھا' ایک ڈریسر اور ایک ٹیبل تھا' دیوار پر پروا کی کھینچی ہوئی تین چار تصویریں لگی ہوئی تھیں ایک طرف ڈیک اور کیسٹس کا ریک تھا۔

وہ واپس آیا تو ڈیک اسی طرح چل رہا تھا اس نے پہلے اسے آف کیا اور کمرے کا جائزہ لیا' لائٹ بند ہو چکی تھی اور سبز رنگ کا ٹیبل لیمپ جل رہا تھا۔ وہ خود بیڈ کے بیچوں بیچ پھیل کر لیٹی ہوئی تھی۔ داور نے خود کو امتحان میں گھرا ہوا محسوس کیا۔ اس نے تکیہ منہ پر رکھا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ اچھی طرح جان چکا تھا کہ وہ اسے ہرانا چاہتی ہے اور شکست میں اس کی موت تھی۔ پتا نہیں وہ کیوں اتنی اذیت پسند ہو گئی تھی۔

دوسرے دن پروا نے اقرا اور حیات کو رات کے کھانے پر مدعو کیا تھا چار و ناچار داور کو بھی رکنا پڑا۔ اس رات میگزین پڑھنے کے بجائے اس کی آمد سے پہلے ہی وہ سو چکا تھا۔ پروا کو شدید غصہ آیا تھا اسے اپنے بیڈ پر سوتے دیکھ کر' اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے کارپٹ پر سونا پڑے گا۔ کل رات نہ جانے اسے کیا ہو گیا تھا شاید وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ داور کتنا کمزور ہے پر وہ تو اسے پتھر لگا تھا اسے بے حد شرمندگی بھی تھی کہ اس نے کیوں ایسا کیا تھا۔ انتقام لینے کے ستانے کے اور بھی کئی طریقے تھے اس طرح سے تو اس کے اپنے کردار کی کمزوریاں عیاں ہوئی تھیں۔ نہ جانے وہ اس کے بارے میں کیا سوچتا رہا ہو گا۔ داور کی ہمراہی میں پروا اسے صرف ایک ماہ ہوا تھا اور وہ اتنی بے حجاب ہو گئی تھی۔

داور نے پلکوں کی جھری سے پروا کو دیکھا اور شکر کیا کہ کل والی حشر سامانیاں نہیں ہیں۔ کاٹن کے کالے پھولوں والی بند گلے والی شرٹ پہنے وہ معصوم سی پروا لگ رہی تھی جو ارم کے گھر اسے ملی تھی کل والی پروا شعلہ تھی' آگ تھی آج والی پروا شبنم تھی' ٹھنڈی تھی۔ کل کالی گھٹائیں بکھری ہوئی تھیں آج کسی ہوئی کر کے ٹھہری ہوئی تھیں۔

"کتنے رنگ ہیں تمہارے پروا بی بی۔" وہ دل میں بولا۔ پروا کا بھی چاہ رہا تھا داور کو اٹھا کے کچھ سوچ کر وہ

رک گئی تھی۔ اس نے بیڈ کے اوپر سائیڈ پر سونے کو لولت دی۔

۔۔*

وہ مسلسل دس بارہ روز سے رات کو تقریباً گھر سے غائب ہی رہتا تھا۔ شاہ گل نے باز پرس کی تو وہ "یہ تو میری ڈیوٹی ہے۔" کہہ کر دامن بچانے لگا۔

"داور یہ مجھے پسند نہیں ہے تم اپنے افسران سے بات کرو غضب خدا کا دو ہفتے سے رات گھر پر تمہاری شکل ہی نہیں دکھائی دیتی ہے، ہمارا نہیں تو پری کا ہی خیال رکھو۔" سما نے اسے ڈانٹا تو وہ دل میں بولا۔

"پری کا ہی تو دھیان کر رہا ہوں۔" رحمان کی ڈانٹ سننے کے بعد یہ ہوا کہ وہ رات دس ساڑھے دس بجے کے قریب آنے لگا وہ نوٹ کر رہا تھا کہ وہ جب بھی آتا پہلا شاہ گل کے ساتھ لان میں ٹہل رہی ہوتی وہ گاڑی سے اترتا تو وہ بے قرار بیوی کی طرح لپک کر اس کے قریب آتی چاہت کے اس مصنوعی دکھاوے پر داور کا دل جل کر خاک ہو جاتا۔

"آپ فریش ہوں میں ابھی کھانا لاتی ہوں آپ کے انتظار میں، میں نے بھی نہیں کھایا ہے۔" اس کا دوسرا جملہ اس قسم کا ہوتا تھا۔ شاہ گل اس موقع پر اپنی موجودگی غیر ضروری تصور کرتی تھی۔ آج بھی اس کی جیپ جیسے ہی پورچ کے شیڈ کے نیچے رکی پہلا دوڑ کر نکلی۔

"تھینکس گاڈ آپ آ گئے ٹائم دیکھا ہے گیارہ بج رہے ہیں۔" اس نے ناراضگی سے کلائی پر بندھی رسٹ واچ اس کے سامنے کی۔ شاہ گل پیچھے کھڑی تھی ورنہ داور کا ارادہ اچھی طرح اس کی طبیعت صاف کرنے کا تھا۔

"آپ کے لیے کھانا لاؤں۔" وہ اندر کی طرف بڑھتے داور سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے نفی میں سر ہلانے پر [illegible] کیا۔

"[illegible] جب مجھے اتنا ناپسند کرتی ہو تو پھر میرے قریب کیوں رہتی ہو۔" داور سرد لہجے میں بولا اور اسے اٹھنے کا [illegible] آنکھوں میں حیرانی لیے [illegible] کر پکڑ کر اٹھایا۔

بیڈ روم کا درمیانی دروازہ کھولا اور اسے اپنے عارضی آفس میں لا چھوڑا۔ جب اسے کوئی کیس بہت توجہ سے ڈسکس کرنا ہوتا تھا تو وہ اس کمرے کو جائے پناہ لیتا تھا یہاں ایک مخمل وہ کرسیاں اور ایک آرام دہ صوفہ پڑا ہوا تھا۔ دیوار کے ساتھ لکڑی کا ریک بنا ہوا تھا جس میں کچھ کتابیں اور فائلز تھیں۔

وہ ابھی کمرے کے عین وسط میں کھڑی کچھ سوچ ہی رہی تھی کہ وہ بیڈ سے ایک تکیہ اور چادر اٹھا کر لے آیا۔

"یہ ہے تمہارا بیڈ روم اور وہ ہے میرا۔" اس نے اشارہ کیا۔

"تم شاید یہ سمجھتی ہو کہ عورت اور حسن میری کمزوری ہے۔ سکھر میں قیام کے دوران تم نے جو انداز اپنایا اس سے میرا یہ نظریہ پختہ ہو گیا ہے کہ تم آن بے پروا چل لوانے۔ اگر عورت اور حسن میری کمزوری ہوتا تو میں تم پر انکشاف کرتا تم جانتی ہو کہ میں [illegible] پولیس ڈپارٹمنٹ میں ہوں ہمارے پاس اہم اور مشکل کیس لائے جاتے ہیں بڑے بڑے نامی مجرموں سے واسطہ پڑتا ہے جن میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں تو یہ عورتیں اور لڑکیاں جب گرفتار ہو کر ہمارے پاس آتی ہیں تو سزا سے بچنے کے لیے بڑی بڑی رشوتیں پیش کرتی ہیں۔ جن میں سب سے بڑی رشوت اپنا آپ ہوتا ہے۔

میں اگر اتنا ہی کمزور ہوتا ناں تو اس وقت یہاں کھڑا ہو کر تمہیں یہ سب نہ بتا رہا ہوتا اگر تم انتقام پر اتر آئی ہو تو میں بھی محبت کو بھلا کر ایک انا پسند مرد بن سکتا ہوں پہل تمہاری طرف سے ہوئی ہے کیونکہ میں نے تمہیں دلی تمناؤں سمیت اپنایا تھا میں یہ بھی ہرگز نہیں چاہوں گا کہ میری وجہ سے تم اپنی زندگی ختم کرو ویسے اس کی نوبت آئے گی بھی نہیں۔

"اگر تم مجھے اپنے باپ کا مجرم سمجھتی ہو تو بصد شوق سمجھتی رہو یہ میری ڈیوٹی تھی جو میں نے ہر حال میں پوری کرنی تھی تم سے شادی کی خواہش بھی اسی کی تھی میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ حیات کئی بار میرے پاس آیا کہ میں اس کی پری سے جلد از جلد شادی کر لوں۔

مجھے بالکل بھی علم نہیں تھا کہ ارم کی دوست پروا اصل میں مکمل نوازی بچی ہے۔ میں نے تو اس بھولی بھالی پری سے محبت کی تھی جو میری ناراضگی سے ہرٹ ہو جاتی تھی جو محبت سے گندھی تھی۔ تم تو کوئی اور ہو۔"

وہ انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو اتنی دیر سے وہ جو بڑے صبر سے سن رہی تھی آنسوؤں کی صورت میں داور کے سامنے عیاں ہو گئی۔ کتنی بے دردی سے اس نے پری کا تجزیہ کیا تھا۔

"تو وہاں اس حویلی میں مت رہنا کہ میں تڑپ تڑپ کر تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔ اہتمام سے زہر گھولو لوگوں کو مانگنا میرا مزاج نہیں ہے۔" وہ طنز سے بولا۔ پری کا دل کٹ سا گیا یہ کیا ہو گیا تھا بساط ہی الٹی ہو گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ داور کی کمزوری ہے اس لیے روتے ہوئے وہ اسے [illegible] کالج پہنچائے گی۔ مگر وہ اسے آنسوؤں کے سمندر میں دھکیل کر چلا گیا۔

--*

داور کے محکمے میں بڑے پیمانے پر تبادلے ہو رہے تھے۔ اس تبدیلی کی زد میں وہ بھی آ گیا تھا اس کا تبادلہ زیارت برانچ میں ہوا تھا جہاں کے حالات ابھی دونوں توجہ کے طالب تھے۔ مما اور پپا نے کہا تھا کہ پری کو بھی لے جاؤ اس نے یہ عذر پیش کیا کہ ابھی اسے گھر نہیں ملا ہے۔ جب ملے گا تو وہ اسے بھی لے جائے گا۔

وہ اکیلا کوئٹہ چلا آیا تھا اس نے جھوٹ بولا تھا کہ اسے گھر نہیں ملا ہے۔ اسے تو بڑا خوبصورت گھر ملا تھا ایک قباحت تھی کہ یہ گھر آبادی سے ہٹ کر تھا یہ ایک کاٹیج تھا جنگلی پھولوں اور سرسبز خودرو بیلوں سے سجا۔ آس پاس بادام، اخروٹ اور سیب کے درخت تھے۔ کہیں کہیں چیری کے شگوفے بھی نظر آتے تھے۔ مجموعی طور پر اردگرد کا ماحول بڑا پرسکون اور رومانوی تھا۔

وہ پہنچتے بعد ہی گھر والوں کے مسلسل فون آنا شروع ہو گئے کہ پری کو لے جاؤ مارے بندھے وہ واپس آ کر [illegible] لے گیا تھا۔ پری کو بھی یہ کاٹیج بہت پسند آیا تھا اس کا خیال تھا کہ [illegible] کوئی ملازم رکھا ہو گا جو گھر کے تمام کام سمیت [illegible] کھانا بھی پکاتا ہو گا مگر [illegible] تک اس نے

کوئی ملازم جیسی شے نہیں دیکھی تھی۔ وہ دن داور مسلسل تینوں وقت کا کھانا ہوٹل سے لاتا رہا اس لیے پروا کو خاص فکر نہیں ہوئی لیکن آج جب وہ خود بھی ناشتا کیے بغیر روانہ ہوا تو اسے صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا۔ شادی سے پہلے اس نے شاید ہی کبھی کچن میں قدم رکھا ہو بعد میں داور کے گھر تمام کام ملازم کرتے تھے۔ کھانا ماما گل خود بناتی تھیں۔ پروا کو انہوں نے کسی کام کو ہاتھ ہی نہیں لگانے دیا۔

اب دس بج گئے تھے اسے شدید بھوک لگ رہی تھی فریج کھول کر دیکھا تو ہر چیز موجود تھی اس نے کبھی ناشتا اور کھانا بنایا تو نہیں تھا البتہ یہ ضرور معلوم تھا کہ کون سی چیز کیسے بنتی ہے کیونکہ ہوسٹل میں جب بھی انہیں کھانا پسند نہ آتا تو لڑکیوں کے گروپ خود ہی کچن میں گھس کر اپنی پسند کی چیزیں بنا لیا کرتے۔ وہ بھی اس میں شریک ہو جاتی اور مدد کراتی وہی چیز اس وقت یہاں بھی کام آئی۔ چائے اس سے اچھی ہی بنی بس پراٹھا اور انڈا کچھ جل گئے پر انہوں نے مزا بہت دیا۔ برتن دھونے کا مرحلہ درپیش تھا وہ بھی کسی نہ کسی طرح دھل گئے۔ برتن دھو کے وہ سو گئی۔ پھر آنکھ کھلی تو زبردست بھوک لگ رہی تھی وہ دوبارہ اٹھ کر کچن میں آئی ڈبوں میں تمام دالیں اور چاول موجود تھے۔ پروا نے فیصلہ کیا کہ چکن پلاؤ بنایا جائے۔ مرغی بھونے بغیر ہی اس نے ڈھیر سارا پانی ڈال دیا اب جو چاول پکے وہ لئی سے مشابہ تھے اس نے بڑی بے دلی سے کھائے بھوک کے مارے پیٹ میں چوہے دوڑتے محسوس ہو رہے تھے۔ کھا کر وہ ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی جو داور کے بیڈ روم میں تھا۔

وہ سات بجے تک آیا۔ پروا کا خیال تھا کہ وہ پھر ہوٹل سے کھانا ساتھ لے کر آئے گا پر آج وہ خالی ہاتھ تھا۔

"میرا خیال ہے کہ کافی مہمان نوازی ہو گئی ہے اب مجھے کھانا لا کر دو۔" وہ رعب سے بولتا ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ٹی وی کے آگے جم گیا۔ پروا نے وہی چکن پلاؤ گرم کر کے اس کے آگے لا کر رکھا ایک چمچ کھانے کے بعد ہی اس نے ہاتھ روک دیا۔

"میرا اتنی جلدی مرنے کا موڈ نہیں ہے۔" اس نے پلیٹ پرے سرکا دی۔ وہ کھانا کھا کر آیا تھا بس یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ گھرداری میں کس حد تک طاق ہے۔

"میرا آپ کو مارنے کا ارادہ بھی نہیں ہے اللہ خود ہی آپ سے حساب لے گا۔" وہ تپ کر بولی تو وہ خاموش رہا۔

ہیٹر لگا ہونے کے باعث کمرہ قدرے گرم تھا پروا کو نیند آنے لگی دو روز سے وہ نہیں سو رہی تھی کیونکہ یہاں کمرے سیٹ نہیں تھے وہ کارپٹ پہ گدا ڈال کر مزے سے سو جاتی تھی۔ کالج کے اردگرد کا ماحول دیکھتے ہوئے اس نے اکیلے کمرے میں سونے سے توبہ کر لی تھی۔ دور دور تک آبادی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اردگرد اور بھی ایسے بے آباد کالج تھے لمبے لمبے درختوں میں گھرے۔

"پروا اٹھو شاباش دوسرے کمرے میں سو جاؤ۔" داور زور سے اس کے پاس آ کر بولا تو اس کی خمار میں ڈوبی آنکھیں کھل گئیں۔

"میں دوسرے کمرے میں نہیں سوؤں گی ڈر لگتا ہے مجھے۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"اچھا تو پھر میں ہی دوسرے کمرے میں سو جاتا ہوں۔" وہ مڑا تو پروا نے بے اختیار اس کا بازو تھام لیا۔

"نن نہیں پلیز ادھر ہی سوئیں مجھے ڈر لگے گا۔" وہ ملتجی لہجے میں بولی۔

"کہیں یہ بھی بدلہ لینے کا تو انداز نہیں ہے۔" وہ بے اختیاری سے بولا تو پروا سلگ کر رہ گئی۔

"مجھے آپ سے کوئی بدلہ نہیں لینا ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔

"میں تمہارے الفاظ نہیں بھول سکتا ہوں جو تم نے کہے تھے۔"

"معاف کر دیں مجھے ان الفاظ پر۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"اچھا ادھر ہی سو جاؤ اور کیا یاد کرو گی۔" وہ اس پہ جیسے احسان کر رہا تھا۔

"پتہ مجھے کیا ہو گیا تھا میں کیوں اتنی لمبی، بڑ گئی تھی۔" پچ پچ اس نے خود کو ڈانٹا۔

"وہ کیا سوچتا ہو گا کہ میں کتنی تلون مزاج ہوں۔" پروا نے سر جھٹکا۔

"مجھے حویلی جانا ہے۔" اس نے ناشتا کرتے داور کو چونکا دیا۔

"تو چلی جاؤ۔" وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔

"میں ہمیشہ کے لیے جانا چاہتی ہوں اپنے باپ کے قاتل کے ساتھ رہنا ناممکن ہو گیا ہے۔"

"پروا ایک بات کان کھول کر سن لو وہ پولیس کسٹڈی میں ہلاک ہوئے ہیں اور میں اس وقت لاہور میں تھا۔"

"بات تو ایک ہی ہے۔"

"پروا مجھے تم سے اس حماقت کی توقع نہیں ہے۔" داور نے چائے کی پیالی پٹخ دی۔

"آپ نے میری قیمت لگائی ہے بابا کی گرفتاری کے بدلے اور بعد میں انہیں ہلاک کروا دیا۔" وہ نفرت سے بولی۔

"شٹ اپ پروا" آگے ایک لفظ بھی مت کہنا تنگ آ گیا ہوں میں تمہاری زبان سے اپنے لیے قاتل کا لفظ سن کر اور میں نے تمہاری قیمت نہیں لگائی ہے چنگل نواز نے خود مجھے مجبور کیا تھا کہ میں اس کی بیٹی سے شادی کر لوں ان کا کہنا تھا کہ انہیں تمہاری جان کا خوف ہے نیز انہیں کسی رشتہ دار پہ اعتبار نہیں ہے۔ حیات میرے پاس آتا رہتا تھا کہ داور سائیں کا کہنا ہے میں حویلی کا چکر لگاؤں۔ وہ چاہتے تھے کہ میں جلد از جلد تم سے شادی کر لوں ان کا خیال تھا کہ اس طرح تم محفوظ ہو جاؤ گی۔ میں حیات کے بار بار کہنے پر بھی حویلی نہیں گیا میرا دل تو لاہور میں ہی ایک بے وقوف خود سری لڑکی میں اٹک گیا تھا مجھے خبر نہیں تھی کہ وہ پری اور تم ایک ہی ہو میں پھر تم سے کہہ رہا ہوں کہ چنگل نواز کے قتل میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔"

پروا بے اعتبار نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"میں حویلی جاؤں گی۔" اس نے ضد کی تو وہ

"شوق سے جاؤ۔" داور [illegible]

آف۔ ہو گیا وہ وہی ضدی اور مغرور پروا بن گئی تھی۔

--*

"سائیں آپ کیوں یہاں آئی ہیں۔" حیات کو اس کی آمد کی اطلاع ہو گئی تھی۔ وہ فوراً پہنچا آیا تھا۔

"یہاں میرے بابا سائیں کی خوشبو ہے اور یہ تم مجھے سائیں نہ کہا کرو۔ اقرا آپی کے حوالے سے ہمارا ایک مضبوط رشتہ ہے۔" پروا نے بات ٹال دی۔ اقرا لاہور گئی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ حیات بہت پریشان ہو گیا ہے۔

"آپ کو نہیں پتا کہ یہاں کتنا خطرہ ہے وڈیرا سائیں کے دشمن بک گئے ہیں وہ کسی بھی وقت آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"حیات کیا واقعی میرے بابا سائیں بہت برے تھے۔" اس نے امید بھری نگاہوں سے اسے دیکھا جیسے وہ انکار کر دے گا۔

"میں چھوٹا سا تھا جب وڈیرا سائیں مجھے ساتھ لے کر آئے میں ان کے تمام رازوں کا شریک ہوں پر شریک جرم نہیں ہوں یہ ان کی مہربانی تھی کہ انہوں نے مجھے حویلی تک محدود رکھا آپ کے خاندان میں نسل در نسل دشمنوں کا سلسلہ تھا۔ وڈیرا سائیں کے دو جوان بھائی مارے گئے تو انہوں نے بھی بندوق اٹھالی یہیں سے وہ جرائم کی دنیا سے تعلق رکھنے والوں کی نگاہ میں آئے پھر وہ اس مافیا کے چنگل میں ایسے پھنسے کہ مرتے دم تک نہ نکل سکے۔ داور سائیں میں نہ جانے کیا بات تھی کہ وہ خود کو قانون کے حوالے کرنے پر تیار ہو گئے پہلے انہوں نے شرط لگائی کہ داور سائیں کو آپ سے شادی کر کے یہاں سے لے جانا ہو گا ہمیں پتا ہی نہیں تھا کہ لاہور میں وہ آپ سے مل چکے ہیں ورنہ اگر کچھ اور دیر ہو جاتی تو وڈیرا سائیں نے داور سائیں کی موت کے آرڈر جاری کر دیے تھے شکر ہے کہ اصل بات سامنے آگئی داور سائیں جس لڑکی کی شادی سے انکار کر رہے تھے وہ آپ ہی نکلیں۔ [illegible] بہت خوشی ہوئی مجھے بھی داور سائیں آپ کو [illegible] لگے تھے۔ یہ آپ [illegible] بات [illegible] کرتے

پریشان ہو گیا۔

"حیات ابھی خود کو یقین دلانے میں وقت لگے گا جیسے ہی دھند چھٹی میں چلی جاؤں گی۔" وہ اسے وہاں چھوڑ کر باہر آگئی۔

--*

"داور یہ میں کیا سن رہی ہوں تم نے پروا کو کیسے حویلی بھیج دیا مجھے آج حیات نے فون کر کے بتایا ہے۔" وہ کل فون پہ اس سے شدید ناراض ہو رہی تھیں۔

"وہ خود گئی ہے میں نے اس سے نہیں کہا... جائے۔" وہ بولا۔

"داور تمہیں پتا ہے حیات نے مجھے کیا بتایا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ پروا کی جان کو شدید خطرہ ہے۔ چنگل نواز نے پولیس کسٹڈی میں بہت سارے چہروں کو بے نقاب کیا تھا اسی وجہ سے اسے ہلاک کروا دیا گیا اسے ہلاک کرنے والوں نے چنگل نواز کے ساتھیوں کو خرید لیا ہے اب وہ غدار چنگل نواز سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں اور پروا چنگل نواز کی اولاد ہے اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ چار روز سے حویلی کے اردگرد مشکوک افراد نظر آ رہے ہیں اسی وجہ سے اس نے اقرا کو میکے بھجوا دیا ہے وہ ادھری خبر لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ جلد از جلد وہ گاؤں والا ڈیرا چھوڑ دے گا وہ صرف پروا کی حفاظت کے خیال سے رکا ہوا ہے اور تم نے اسے بھیج دیا مجھے تم سے اس حماقت کی توقع نہیں تھی فوراً اسے لے کر آؤ۔"

ملہ گل نے اس کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی اور اس پہ پریشانیوں کے نئے در وا کر گئی۔ یہ سن کر کہ وہ دشمنوں کے نرغے میں ہے اس کے دل کو کچھ ہوا۔ بھلا وہ اسے تکلیف میں دیکھ کر کیسے برداشت کر سکتا تھا یقیناً "نہیں" وہ تو خود ہی باغی حسینہ بنی پھر رہی تھی اس کے نازک احساسات کو روند کر خوش تھی داور مشکل میں تھا وہ کیا کرے۔ اگر جاتا بھی تو نہ جانے وہ اس کے ساتھ آتی بھی کہ نہیں۔ بہر حال اس کا ارادہ تھا کہ کل صبح جائے گا۔

--*

"آپ یہاں سے چلی جائیں۔" حیات مضطرب انداز میں ٹہل رہا تھا، رک کر اس سے التجا کی۔

"تم میرے جانے پر کیوں اتنا زور دے رہے ہو۔" پروا کو غصہ آگیا۔

"میں داور سائیں کو فون کرتا ہوں آپ کو آ کر لے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے نہیں تم ہرگز کسی کو فون نہیں کرو گے یہ میرا حکم ہے۔"

"تو آپ سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں۔" حیات اس کی ہٹ دھرمی پر سر تھام کر بیٹھ گیا آنے والے وقت کا تصور اسے خوفزدہ کر رہا تھا وہ بھی نہیں پتا تھا کہ حویلی میں کون دوست ہے اور کون دشمن۔ وہ پروا کے سلسلے میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا تھا وہ ایک طرح سے اس کی ذمہ داری تھی سا قرار دلا اور بھیجنے کے بعد وہ خود بھی تیاریوں میں تھا کیونکہ ملازموں کے تیور بھی بدلے بدلے لگ رہے تھے۔

*_*_*

"یہ وڈیرا اجمل نواز کی بیٹی ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے باپ کے کرتوتوں کی خبر نہ ہو ویسے اجمل نواز نے غداری کر کے اچھا نہیں کیا ہے غداری کا مطلب موت ہے۔ جس کو وہ گلے لگا چکا ہے اب اس کی بیٹی کی باری ہے۔ اسی صورت میں اس کے انتقام کی آگ بجھے گی۔ ذرا کان قریب لاؤ خورشید کا کہنا ہے کہ وڈیرے نے اپنی ساری دولت حویلی کے اندر ہی دفن کر رکھی ہے اس نے جگہ کی نشان دہی بھی کی ہے اب تمہارا کیا خیال ہے۔؟"

وڈیرا اجمل نواز کے غدار ساتھی حویلی میں جمع تھے اس وقت وہ پچھلے حصے سے الگ گودام میں اپنا آئندہ لائحہ عمل تیار کر رہے تھے۔ آٹھ افراد حویلی کے اردگرد [illegible] تھے جنہوں نے کسی بھی خطرے کی صورت میں [illegible] سگنل دینا تھا۔

"خیال تو بڑا نیک ہے [illegible] تو ذرا اڈیری کی خیریت معلوم کرتے ہیں [illegible] کر [illegible] اس وقت وہ سب کالے سیاہ لباس [illegible] تھے اور رات کا [illegible] کیونکہ [illegible]

لے اپنے بقیہ ساتھیوں کو بلا لیا تھا اسی دوران پروا [illegible] چلی گئی تھی یوں ان کا کام اور بھی آسان ہو گیا تھا۔

سائل نے جیب سے ایک مڑا ہوا تار نکالا اور پروا کے دروازے کے لاک میں گھمایا چند منٹ کی کوشش کے بعد لاک کلک کی آواز کے ساتھ کھلا اور وہ ایک ایک کر کے اندر داخل ہوئے۔

*_*_*

داور کو حویلی کی سڑک پر گاڑی ڈالتے ہی خطرے کا احساس ہوا پولیس والوں کی حس ویسے بھی بڑی تیز ہوتی ہے وہ گاڑی روک کر سائیڈ پر کھڑی کرتے ہوئے ڈیش بورڈ سے اپنا سروس ریوالور نکالتے ہوئے محتاط انداز میں نیچے اترا۔

"ہینڈز اپ ریوالور پھینک دو۔" دائیں طرف جھاڑیوں سے وہ جو کوئی بھی تھا اچانک ہی نکل کر سامنے آگیا تھا۔ داور نے بے اختیار گہرا سانس لیتے ہوئے ریوالور پھینک کر ہاتھ اوپر کر لیے وہ سیاہ پوش اس کی جامہ تلاشی لینے لگا پاکٹ سے اس نے داور کا آئی ڈی کارڈ اور سروس کارڈ نکالا اتنے میں ایک اور توی جھاڑیوں سے نکلا اور پہلے والے کے پاس ٹھہر گیا وہ پنسل ٹارچ جلا کر داور کی جیبوں سے نکلنے والی چیزوں کا جائزہ لینے لگا دوسرے نے اس کا ریوالور قبضے میں کر لیا۔

"اوہ ایم سو سوری سر آپ ایس ایچ او [illegible] ایکسٹریملی سوری سر ہمیں معلوم ہی نہ تھا اس گستاخی کے لیے معذرت خواہ ہیں۔" اچانک ان دونوں افراد کا لہجہ بدل گیا دونوں نے سیلوٹ کیا۔

"سر میں اے ایس آئی عثمان احمد ہوں اور یہ انسپکٹر عمر شاہ ہیں۔" اس نے مودبانہ انداز میں تعارف کرایا اور ساتھ ہی داور کا ریوالور واپس کیا۔

"بھئی یہ سب کیا ہے تم لوگ یہاں اس وقت۔" اس کا سوال فطری تھا۔

"سر ہمیں آئی جی صاحب نے الرٹ رہنے کے لیے کہا ہے۔ وڈیرا اجمل نواز کو پولیس کی تحویل میں قتل کیا گیا آپ جانتے ہیں اس قتل سے ساری [illegible] ہو گئی [illegible] وڈیرے کے [illegible] ساتھی [illegible] تھے [illegible] ان ہی کا کام تھا

وڈیرے نے مرنے سے پہلے ان کی نشاندہی کر دی تھی کہ مجھے ان پر شک ہے بعد ازاں وہ لوگ روپوش ہو گئے ہم اس وقت سے ہی ان کے پیچھے ہیں ہمارے دو ساتھی سادہ لباس میں حویلی کے پاس ملنگوں کے حلیے میں نگرانی پر تعینات تھے۔ چار پانچ روز پہلے ہمیں اطلاع ملی کہ حویلی کے آس پاس مشکوک افراد کی پراسرار سرگرمیاں دیکھنے میں آ رہی ہیں تب سے ہماری ٹیم ادھر ہے اب بھی ہمارے ساتھی حویلی کے باہر ہیں تھوڑی دیر پہلے وائرلیس سیٹ پر حوالدار اکرم نے اطلاع دی ہے سات آٹھ افراد حویلی کے باہر کالے لباس میں بھاری اسلحے سمیت موجود ہیں لگتا ہے کہ یہ لوگ کسی خاص ارادے کے تحت موجود ہیں۔" عمر شاہ نے اسے تفصیل بتائی۔

"اوہ بے وقوف لڑکی تم نے کیا کر دیا ہے۔" داور نے اندر اٹھتی بے بسی کی شدید لہر پر بمشکل قابو پایا۔

"اوکے تم لوگ ادھر ہی رکو جونہی کوئی غیر معمولی بات محسوس ہو مجھے بتاؤ میں حویلی کی طرف جا رہا ہوں۔" داور نے گاڑی چھوڑ کر پیدل مارچ کرنے کا ارادہ کیا ممکن تھا کہ گاڑی کی آواز سن کر وہ محتاط ہو جاتے۔

--*

ساول نے دھیرے سے دروازہ کھولا اور اندازے سے سوئچ بورڈ ٹٹول کر لائٹ جلائی کمرہ ایک دم تیز روشنی میں نہا گیا پروا بیڈ پر سینے تک کمبل اوڑھے محو خواب تھی۔ وہ چاروں ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھنے لگے جس میں ایک شیطانی جذبہ جھانک رہا تھا۔ علی ڈاڈو نے ہاتھ میں تھامے چاقو کو بڑے پیار سے دیکھا اور دھیرے سے اسے بیڈ کے کنارے پر پھیرا ایک ہلکی سی ٹن کی آواز ابھری اور معدوم ہو گئی نیند میں لیٹے کسمسائی اور کروٹ بدلی اس کی [illegible] سا احساس ہوا اور اس کی آنکھ کھلی تیز روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں سامنے وہ چاروں [illegible] کے ملازم ان میں سے علی ڈاڈو سے ابھی [illegible] تھی باقی تینوں کے بارے میں [illegible] گئی [illegible] سائیڈ پر

پروا دوپٹہ سینے پر پھیلائے ہوئے سو رہی تھی۔

"تم لوگ اس وقت بغیر اجازت میرے کمرے میں کیوں آئے ہو۔" وڈیرا چنگل نواز کی حاکمانہ مزاج والی بیٹی رعب سے بولی۔

اسے شاید آنے والے خطرے کا پوری طرح احساس نہیں ہوا تھا یا پھر اس کا ذہن ابھی تک سویا ہوا تھا ورنہ ان کے چہروں پر چھلکتی خباثت دیکھ کر اسے اب تک سمجھ جانا چاہیے تھا اسے یاد نہیں تھا کہ سونے سے پہلے وہ دروازہ اندر سے لاک کر کے سوئی تھی اس کا خیال تھا کہ سونے سے پہلے وہ دروازہ لاک کرنا بھول گئی تھی۔ جب ہی وہ اندر آ گئے تھے سردیوں کی رات تھی وہ جلدی کمرے میں آ گئی تھی اس وقت ساڑھے دس بجے تھے گاؤں میں تو لوگ ویسے بھی جلدی سو جاتے ہیں حیات کی اس رٹ سے کہ آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا مجبور ہو کر وہ اپنے تئیں اس سے بچ کر کمرے میں آ گئی تھی جہاں اس وقت چار افراد اس کی جان لینے کے درپے تھے۔

علی ڈاڈو بڑا سفاک شخص تھا اعلیٰ تعلیم یافتہ اور خطرناک کارندہ۔ چنگل نواز کے گروہ میں اسے اہم حیثیت حاصل تھی اور بہت جلد اہم مقام حاصل کیا تھا اس نے چنگل نواز کی مضبوط پشت پناہی کی وجہ سے وہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا تھا اور سفاک بھی۔ کچھ کچھ وہ حیات سے خار بھی کھاتا تھا کیونکہ چنگل نے حویلی کے تمام اختیارات اسے سونپے ہوئے تھے جس میں پروا کی پاسداری بھی شامل تھی۔ وڈیرے نے جن شرائط کے تحت ہتھیار ڈالے تھے وہ بھی ان شرائط کا رازدار تھا۔ "ساول وڈیری کو بتاؤ ہم کیوں آئے ہیں۔" اس نے عجیب سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

"وڈیرا اسماعیل نے میرے سارے بہت سے گھروں کے چراغ گل کیے ہیں اور آج میں ہی وڈیرا اسماعیل کے گھر کے چراغ کو ——" اس نے سفاک لہجے میں بولتے ہوئے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا پہلی بار پروا کی آنکھوں سے خوف جھانکا تب ہی دروازے پر آہٹ ہوئی ساول چونکا وہ حیات تھا اندر کا منظر دیکھ کر وہ ٹھٹھر گیا۔ خورشید نے اسے بھی اندر گھسیٹ لیا۔

"علی ڈاڈو کام مکمل کرو اور نکلو وقت کم ہے۔" اس
نے نکلی بھاگی۔ علی ڈاڈو نے چاپڑ آنکھوں کے قریب کیا
اور ہوا کی طرف دیکھا خوف کے مارے ہوا کا سانس
رک گیا حیات خورشید اور عظیم کی مضبوط گرفت میں
پھڑپھڑا کر رہ گیا اس کی جیب سے ریوالور نکال کر وہ
اسے نہتا کر چکے تھے جونہی علی ڈاڈو ہوا کی طرف بڑھا
حیات نے ہوا کے بغیر آزاد ہونے کے لیے زور لگایا
اور لات عظیم کے پیٹ میں ماری اسی لمحے باہر سے
گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔
"ڈاڈو ہری اپ۔" ساحل چیخا۔ علی ڈاڈو نے چاپڑ بلند
کیا ہوا نے جان بچانے کی آخری کوشش کی اور بیٹھے
بیٹھے ایک جھٹکے سے چھلانگ لگائی اگر اسے ذرا سی بھی دیر
ہو جاتی تو اس وقت اس کا وجود دو حصوں میں تقسیم
ہو چکا ہوتا ڈاڈو کا چاپڑ پیٹھ کو چھوتا ہوا نیچے چلا گیا کڑاک کی
آواز نکلی اور لکڑی ٹوٹ گئی اس نے دوبارہ چاپڑ اٹھایا
اور سائیڈ ٹیبل کے قریب کھڑی ہوا کی طرف بڑھا اس
سے پہلے کہ وہ وار کرتا روشن دان کا شیشہ چٹخا اور گولی
سیدھی اس کے اسی ہاتھ میں لگی چاپڑ اس کے پیروں
میں جا گرا اور وہ ذبح ہوتے بکرے کی طرح ڈکراتا ہوا
نیچے گر گیا اس کا وجود دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔
"سب لوگ رک جاؤ اور پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔
حیات تم ہتھیار قبضے میں کر لو۔" داور کی آواز گونجی اور
وہ خود بھی روشن دان سے چھلانگ مار کر اتر گیا۔
صبح ہو چکی تھی تھانہ صحافیوں اور فوٹو گرافرز سے
بھرا ہوا تھا۔ مقامی آفیسر نے داور کا اس تعاون پر شکریہ
ادا کیا۔ صحافی حضرات نے اسے گھیرے میں لیا ہوا تھا
اور فوٹو گرافرز تصویریں بنا رہے تھے۔ اعلیٰ افسران
تھانے میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ شام کے
اخبارات میں یہ خبر پوری جزئیات کے ساتھ چھپی کہ
[illegible] نواز کے باقی ساتھیوں کا سرغنہ علی ڈاڈو
[illegible] گرفتار ہو گیا ہے داور کی
کوششوں کا بھی تفصیلاً ذکر تھا اور اس کی تصویریں
بھی چھپی تھیں [illegible] کو پتا چلا کہ چگل نواز کی
[illegible] صحافیوں نے اس
حوالے سے اچھی خاصی کہانیاں بھی گھڑ لی تھیں۔

داور کا سیل فون بار بار بج رہا تھا سب سے پہلی کال
مما اور بھابی کی تھی۔
"ٹی وی پر آپ تک بریکنگ نیوز آ گئی ہیں۔" رحمان کے لہجے
میں بیٹے کے لیے فخر و ناز سا تھا۔
"خدا کا شکر ہے کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا
میں نے اخبار پڑھنے کے فوراً بعد تمہارا صدقہ اتارا
ہے۔" یہ مما تھیں۔
"بھائی کب آ رہے ہیں۔" یہ شانہ کی کال تھی۔ دوبار
حیات کا بھی فون آ چکا تھا۔
"ہوا سخت خوفزدہ ہے۔"
"ہاں اسے خوفزدہ ہونے اور خوفزدہ کرنے کے علاوہ
آتا ہی کیا ہے لگتا ہے عجیب عبور حاصل ہے اسے
دوسروں کے اعصاب شل کر دینے میں، ناممکن جگہ
کرنے میں تمہیں یاد رکھنے میں؟" وہ تلخی سے بولا۔
حویلی واپس آتے ہی وہ ہوا کی خیریت معلوم کرنے
کے بجائے سو گیا اس بھاگ دوڑ سے وہ بری طرح
تھک گیا تھا کل شام سے لے کر اب تک ایک لمحے
کے لیے بھی اس کی آنکھ نہیں لگی تھی اب تھکا ہارا
جسم آرام مانگ رہا تھا۔ بھاگ بھری نے ہی ہوا کو بتایا
کہ داور تو سو رہا ہے اس کا خیال تھا کہ پہلے وہ اس کے
پاس آئے گا خیریت دریافت کرے گا غصہ دکھائے
گا خفا ہوگا ڈانٹ ڈپٹ کرے گا اس نے کیا بھی تو کیا
مزے سے سو گیا اب اسے ہی پہل کرنی تھی۔ انتقام کا
مضحکہ خیز سا تصور کل ہی اس کے اندر دم توڑ گیا تھا
جب وہ چاروں چگل نواز کی سلاخی کے بارے میں بتا
رہے تھے۔
کچھ دیر تو نہیں ہوئی تھی وقت اس کے قابو میں ہی
تھا۔ گنگناتے ہوئے اس نے اپنی وارڈ روب کا جائزہ لیا
اور سیل پنک پرنٹڈ سوٹ باہر نکالا جسے دھیان سے
بالوں میں برش پھیرا آنکھوں میں کاجل لگایا۔ مختصر
اتنی سی تیاری سے اس کا سہانا روپ جگمگا اٹھا۔ کلائی
میں بڑی چاہت سے اس نے فیروزی اور سفید کانچ کی
چوڑیاں پہنیں اور بڑے ناز سے خود کو آئینے میں
دیکھا۔
داور کے کمرے کا دروازہ اندر سے لاک نہیں تھا

کھلا ہوا تھا۔ وہ دھڑلے سے اندر داخل ہوئی وہ بیڈ پر نہیں تھا واش روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی کچھ منٹ بعد گیلے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ باہر نکلا دانستہ پروا کو نظر انداز کیا اور شرٹ کے بٹن بند کرنے لگا بیڈ کے نیچے سے شوز گھسیٹ کر باہر نکالے اور صوفے پر بیٹھ کر پہننے لگا۔

"پروا کچل نواز اس مہمان نوازی کا شکریہ۔" وہ لمحہ بھر کے لیے اس کے نزدیک ٹھہرا اور واپس پلٹتے ہوئے تکیے کے نیچے سے اپنا ریوالور نکال کر کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا۔

"آپ وا" واپس جا رہے ہیں۔" اس کی سرسراتی آواز نکلی۔

"ہاں۔" وہ دروازے کے پاس رک سا گیا۔

"میں بھی چلوں گی۔" وہ جلدی سے بولی۔ داور رکے بغیر آگے بڑھ گیا۔ پروا شوز پہنے بغیر ہی اتنی تیزی جلدی سے بھاگی اور ہاتھوں میں شوز اٹھائے اس کے پیچھے لپکی جو گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا۔

"تم تو تا" ہمیشہ کے لیے آئی تھیں۔" اس نے طنز کیا وہ شوز کے اسٹریپ بند کرنے میں مگن تھی اس کی بات پر دھیان نہیں دیا۔

*_*_*

وہ اپنے کمرے میں جا چکا تھا وہ سخت بے حوصلہ ہو رہی تھی کیونکہ اس کا رویہ بڑا حوصلہ شکن رہا تھا۔ پروا کو اس کے بجنے پر تاؤ آگیا حالانکہ دیکھ بھی رہا تھا کہ وہ شرمندہ ہے۔

"داور انھو پلیز۔" اس نے سختی سے اسے ہلایا۔

"میں شرمندہ ہوں مجھ سے بے وقوفیاں ہوئی ہیں پر داور بابا سائیں میرے باپ تھے وہ جیسے بھی تھے بیٹی کی حیثیت سے میرے لیے قابل محبت تھے میں شاید ان سے نفرت کر نہیں سکتی تم اسے میری مجبوری کہہ لو اور اور۔۔۔ داور میں تم سے بھی نفرت نہیں کر سکتی یہ میری کمزوری ہے۔" آنسو بہاتے ہوئے سب میں اظہار کر گئی پروا اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

"میں کہتا تھا ناں یہ ہوا تو تمہاری انتقام کی سب قسطیں پوری ہو گئی ہیں۔" وہ مزید بولا۔ وہ اس کے

بدلتے تیوروں سے خائف ہوئی۔

"آپ سو جائیں آپ کو نیند آرہی تھی ناں۔" وہ گھومی۔

"کہاں کی نیند کیسی نیند تم تو ہمیشہ سے ہی میری نیندوں کی دشمن رہی ہو یاد ہے بڑے گھر میں۔۔۔۔ اچانک میرے سر پر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ فاروق ابا کر رہے ہو سو کیوں نہیں رہے یہ کیوں نہیں کر رہے ہو وہ کیوں نہیں کر رہے ہو اور یاد ہے تمہیں جب میں کیمرے سے تصویریں بنا رہا تھا تم اچانک وارد ہوئی تھیں۔" اس نے پروا کو یاد دلایا تو وہ دامن بچا گئی۔

"اچھا وہ تو یاد ہو گا جب اسی اسٹاک میں تم نے مجھے سوتے سے جگایا تھا۔ پری میں اس دن سے تمہارے بارے میں سوچنے لگا تھا اور میرا جی چاہ رہا تھا ناز سے ہاتھ مجھے پیار سے جگائیں تم نے تو آج بھی فاروق کی طرح حرکت کیا ہے حالانکہ میرا خیال تھا تم فلمی ہیروئن کی طرح زبردست سا گانا گاؤ گی۔ خیر یہ تھی ہماری قسمت۔" اس نے مصنوعی سرد سانس لی تو پروا کو اپنی مسکراہٹ چھپانی دشوار ہوگئی وہ اس کا تبسم دیکھ کر مچل گیا۔

"پری۔" اس نے انتہائی گمبیر لہجے میں اسے پکارا۔

"جی۔" اس نے نگاہیں جھکائے جھکائے جواب دیا۔

"ادھر میری طرف دیکھ کر بات کرو ناں۔" وہ اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ خاموش رہی۔

"ٹھیک ہے مجھے اب الزام مت دینا۔" اس نے دھمکی دی۔

"کچھ نہیں ایسے ہی۔" پروا نے بہادری دکھانی چاہی تو داور نے اس کی کلائی پکڑی۔

"جی جناب ایسے نہیں تو ویسے ہی سہی۔" اس نے شوخ سی جسارت کر ڈالی تو پروا گلابی ہو گئی وہ جان گئی تھی کہ اب مزید راہ فرار نہیں ہے اور وہ فرار چاہتی بھی کب تھی۔

♥ ♡